جلد ۱۵ — شہادت ۱۳۵۳ ھش — شمارہ ۴

اپریل ۱۹۷۴ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

شہادت ۱۳۵۳ ہش

ربیع الاول ۱۳۹۴ ہجری اپریل ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

قیمت سالانہ:- آٹھ روپے

فی پرچہ چھتر پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم
مطبع . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۵	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۴

شہادت ۱۳۵۲ ہش

(۱)

نام کی لاج رکھنا۔

بدر میں شکست کھانے کے بعد کفارِ قریش نے انتقام کی غرض سے اگلے سال مسلمانوں سے جنگ کی ٹھان لی چنانچہ تین ہزار کا لشکر جس میں سات سو زرہ پوش تھے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔ اس وقت مدینہ میں مسلمانوں کی کل تعداد ۱۵۰۰ تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ ہمیں مدینہ میں رہ کر کفار کا مقابلہ کرنا چاہیئے یا باہر نکل کر اس ریلے کو روکنا چاہیئے۔ صحابہ کے مشورہ سے جن میں نوجوان پیش پیش تھے یہ طے پایا کہ ہمیں باہر نکل کر لشکرِ کفار سے دو دو ہاتھ کرنے چاہئیں۔ چنانچہ اُحد کے میدان میں کفر و اسلام کے لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ یہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ انصار و مہاجرین نے ایمان کے وہ مظاہر دکھائے کہ ان کے انمٹ نقوش رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ سعد بن ربیع۔ انس بن نضر۔ عبداللہ بن جبیر۔ مصعب بن عمیر۔ عمرو بن جموح نے اپنے خون سے نخل اسلام کی آبیاری کی۔ اُحد کے دامن میں صحابہ نے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو انہوں نے عقبہ میں باندھا تھا اور خدائے ذوالعرش سے یہ سند حاصل کی

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ

کہ ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا اور بعض اس حق کی ادائیگی کے لئے ابھی انتظار کر رہے ہیں۔ اسی لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی جب اُحد پر نظر پڑتی تو فرماتے۔ کہ جبلٌ احدٍ یحبّنا و نحبّہٗ کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں خلیفۃ اللہ حضرت انسان نے اس امانت کا حق ادا کیا تھا جو روزِ ازل سے قاسمِ ازل نے اس کے سپرد کی تھی یعنی

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (احزاب ۷۳)

اور اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جب مالکِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آیا تو آپؐ نے شہدار اُحد کی قبروں پر جاکر ان کے لئے بہتے آنسوؤں سے دعا کی تھی۔ جیسے جدا ہوتے ہوئے کوئی عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر ایک انصاری صحابیؓ عمرو بن الجموح کا ذکر مقصود ہے۔ یہ صحابی لنگڑے تھے۔ بیساکھی سے چلتے تھے۔ ان کے شیروں کی مانند چار بیٹے تھے۔ اُحد کے موقعہ پر جوان جاں نثار بچوں نے انہیں کہا۔ اللہ تعالےٰ نے معذور کو معاف فرمایا ہے آپ گھر پر رہیں۔ ہم راہِ خدا میں جانیں قربان کرتے ہیں۔ عمروؓ بن جموح حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کی حضور میرے بیٹے مجھے اس وجہ سے روک رہے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ جانے نہیں دیتے۔ اور میں تو خدا کی قسم بیساکھیوں سمیت جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو کو تو یہ فرمایا۔ آپ پر جہاد فرض نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے رخصت دی ہے۔ پھر بیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بھئی تم کیوں انہیں منع کرتے ہو۔ شاید اللہ تعالےٰ انہیں شہادت عطا فرما دے۔ (ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۶۰)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ کسی نے کہا کہ آپ ٹانگ سے معذور جنگ میں کیا کریں گے؟ فرمایا تم نوجوان ٹانگوں والے تو بھاگ دوڑ کر اِدھر اُدھر ہو جاؤ گے۔ میں تو جہاں ڈٹ گیا پھر ہلوں گا تھوڑا۔ چنانچہ انہیں اجازت مل گئی۔ یہ اُحد میں گئے اور راہِ حق میں جان دے دی۔ جب جنگ کے بعد لاشوں کو ٹھکانے لگانے لگے تو اونٹ پر ان کی لاش لادی گئی تاکہ مدینہ پہنچایا جائے لیکن اونٹ تھا کہ مدینہ کی طرف چلتا نہ تھا۔ اس پر کسی نے بتایا کہ اس نے تو گھر سے چلتے وقت اپنے پروردگار سے دعا کی تھی۔ اللّٰھم لا تردّنی الی اھلی۔ کہ اے اللہ میں گھر لوٹ کر واپس نہ آؤں۔ چنانچہ انہیں اُحد کے میدان میں دفن کر دیا گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن حرام اور عمرو بن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کر دو۔ یہ دنیا میں بھی دو مخلص دوست تھے۔

اللہ! اللہ!! انصار نے کس فدائیت کا مظاہرہ کیا۔ کیا جذبۂ شہادت تھا۔ کیا حق ادا کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار و اعوان ہونے کا۔ تاریخ اپنے اوراق پلٹ رہی ہے۔ انصار کے قدموں کے نقوش ہمیں دعوت دے رہے ہیں کہ بدر و اُحد برپا کی جا رہی ہے۔ انصار کہلانے والو! اس نام کی لاج رکھنا۔

(۲)

بارہ ربیع الاوّل:-

ربیع الاول کا چاند ہو گیا ہے۔ اس ماہ وہ نورِ مکّہ کی سرزمین میں آسمان سے اترا تھا جس نے دنیا کو منوّر کر دیا۔

اور اس ماہ رحمتِ خداوندی کی وہ ہوا چلی تھی جس نے باطل اور ظلمات کے خس و خاشاک کو اڑا کر رکھ دیا۔ اس ماہ کی بارہ تاریخ کو آسمانِ حجاز پر وہ چاند چمکا تھا کہ جس کی چمک نے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ اور ہر چاند اس چاند کے سامنے ماند پڑ گیا۔ اس ماہ معراجِ انسانیت اور فخرِ رسل ظاہر ہوئے۔ وہ خدا نہیں تھے لیکن ان کا آنا خدا کا آنا تھا۔ وہ خلیفۃ اللہ تھے وہ تاجِ مرسلین تھے وہ شاہِ دین تھے۔ وہ مقصودِ انسانیت تھے وہ کان قاب قوسین کے مصداق تھے۔ اس کا مطہر قلب اگر خدا کی محبت سے لبریز تھا تو اس کا سینہ مخلوق کی محبت میں بریاں تھا۔ وہ اس لئے آئے تھے تا مخلوق کو خدا کے قریب کر دیں۔ وہ اس لئے آئے تھے تا دنیا کی اعلیٰ اخلاق کی طرف راہ نمائی کریں۔ وہ افضل الرسل تھے۔ وہ آسمانی معلم تھے۔ ان کی تربیت کی بدولت ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ عمرؓ بنے۔ عثمانؓ آئے۔ علیؓ ظاہر ہوئے آپ کی تعریف میں کوئی عاشق کہتا ہے۔ ؎

خُلِقْتَ مبرءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اے محبوب تو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ گویا کہ جیسا تو نے چاہا تھا تیری تخلیق ہوئی۔ عشاقِ رسول نے آپ کو محبت کی آنکھ سے دیکھا۔ اور آپ کی تعریف میں بہت اچھا اور بہت خوب کہا۔ لیکن اس کے باوجود یہی کہنا پڑا ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقّہ

کہ تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا ؎

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم

کہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بجز خدا کے کون جان سکتا ہے۔ وہ وقت دنیا کا بہترین وقت تھا جب آپ دنیا میں تشریف لائے۔ وہ ہادی، وہ نورِ مجسم، وہ جس کے ذریعہ خدا کا چہرہ ظاہر ہوا۔ اس ماہ ظاہر ہوئے تھے۔ آپ کے آنے سے صداقت، عدالت، دیانت، زہد اپنے معراج کو پہنچ گئی۔ آپ پر جو تعلیم نازل ہوئی وہ کامل اور مکمل شریعت تھی قیامت تک اس کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اس نے جو انسان پیدا کئے اس سے بہتر انسان چرخ نیلی فام کی آنکھ نے نہیں دیکھے۔

اس ماہ کی بارہ تاریخ کو مسلمان عید سے کم نہیں سمجھتا وہ مسرور ہے کہ اس ماہ سے

بصد انداز یکتائی بغایت درجہ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

لیکن کیا اس روز آتشباری چھوڑنے، حلوے کھانے اور خوبصورت محرابیں اور دروازے بنا کر ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خراجِ تحسین ادا کرنا چاہیئے۔ یا آپ کی تعلیم پر عمل کر کے آپ کی سنت کو حرزِ جان بنا کر آپ کی سیرت پر

عمل کر کے دنیا کو آپ کی صحیح تصویر دکھانی چاہیئے۔

اس مجسم حیا، اس عابدوں کے عابد اور زاہدوں کے راہ نما کی سیرت پر عمل کر کے ہی دکھی انسانیت سکھ کا منہ دیکھ سکتی ہے۔ جب تک دنیا آپ کے نقش قدم پر نہ چلے گی۔ اس دنیا میں جنت کی فضائیں نہ بس سکیں گی۔ ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا ٭ تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

اپنی منزل پر انسانیت نہ پہنچ سکے گی جب تک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق پر نہ چلے گی آج دنیا کو ہلاکت سے بچنے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر چلنا ہوگا اور اس کی ذمہ واری محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں پر ہے کہ وہ اپنے نمونہ سے دنیا کو یہ راہ دکھائیں۔ آج دنیا کی اصلاح اقتدار کے حصول کی تگ و دو میں نہیں محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے میں ہے۔

اس شمارہ میں اس غرض کے لئے دو مضمون مکرم چوہدری محمد شریف صاحب اور مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب کا شائع کیا جا رہا ہے اور حضور کے تربیت یافتہ ایک صحابی ابوعبیدہ بن جرّاح پر ایک مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ اے کاش ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس مقدس رسول کے دامن کو تھام لیں کہ ہر طرف بلائیں ہیں۔ عافیت کا حصار وہی ہے خوش قسمت ہے وہ جس نے اس حصار میں پناہ لے لی۔

(۳)

چھ کروڑ سے اوپر:-

امام جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مخلصین جماعت سے جشن صد سالہ کے سلسلہ میں اڑھائی کروڑ کی اپیل کی تھی اور ظاہر بین آنکھ حیران تھی کہ یہ غریب جماعت اتنی بڑی رقم کیسے فراہم کرے گی۔ لیکن قربان جاؤں اس خدا کے اور میرے دل و جان قربان ان مخلصین کے جن کے قدم اس منزل کو بہت پیچھے چھوڑ گئے۔ وہ چھ کروڑ سے اوپر کے وعدے اپنے آقا کے قدموں میں پیش کر چکے ہیں۔ اور ابھی وعدے آ رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں خدا نے خبر دی تھی کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا۔" جب وہ اپنے نفسی نکتہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور مبشر نافلہ جماعت کو عطا ہوا تو ہم نے ایک بار پھر اس آسمانی خوشخبری کو مشاہدہ کیا۔ ہم نے وصیتوں میں مندرج وعدے پھر پورے ہوتے دیکھے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن، نصرت جہاں فنڈ اور اب جشن صد سالہ فنڈ نے اگر مومنوں کے ایمان کو ظاہر کیا ہے تو مخالفین کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں خدائی وعدوں پر یقین ہے۔ کشتیٔ احمدیت کے ناخدا نے بہت پہلے بتایا تھا کہ

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین بویا گیا
خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی
اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی اس بات پر ایمان رکھے اور درمیان
میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری
آزمائش کرے۔"

پس اے جماعت مومنین۔ "خدا کے فضل و رحم کے ساتھ" کہتے ہوئے آگے بڑھے چلو اور درمیانی ابتلاؤں اور
آزمائشوں سے نہ ڈرو۔ الٰہی جماعتیں پھولوں کی سیج پر آگے نہیں بڑھا کرتیں وہ تو پاؤں لہولہان کروا کر ہی آگے بڑھا کرتی ہیں۔
یہ سطور لکھی جا چکی تھیں کہ خطبہ جمعہ میں حضور نے اعلان فرمایا کہ یہ وعدے ساڑھے نو کروڑ کے برابر پہنچ چکے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۴)

تیئیس ۲۳ مارچ :-

اس مبارک دن لدھیانہ کی سرزمین میں مسیح پاک نے پہلی بیعت لی تھی۔ اس دن اسلام کی سربلندی اور اس کی خاطر ہر قربانی کا عہد چالیس مومنوں نے کیا تھا۔ تاریخ احمدیت میں یہ دن معمولی دن نہیں اور ان کی خوش قسمتی بھی کم نہیں۔ جنہوں نے اس دن مسیح پاک کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا تھا۔ تاریخ احمدیت شاہد ہے کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تقدیر اور مخلصین کی ان تھک مساعی سے وہ بیج جو مسیح پاک نے بویا تھا۔ آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ آج تو میں اس کی شاخوں پر بیٹھ کر خدا کی حمد اور رسولِ خدا کی عظمت کے گیت گاتی ہیں۔ خدا کی تقدیر ہے اور یہ درخت بڑھے گا۔ پھلے گا اور پھولے گا۔ لیکن بیج بونے والے نے یہ بھی کہا تھا۔

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے
وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ
پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے
جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔"

(فتح اسلام صفحہ ۱۰)

حدیث الرسولؐ

پہلے بات کو تولو

حدیث:-

عن ابی ھریرۃ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انّ العبد لیتکلّم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا بالاً یرفع اللہ بھا درجات وانّ العبد لیتکلّم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا بالاً یھوی بھا فی جھنّم (بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان)

ترجمہ:-

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کبھی بغیر خیال کئے ایسا کلمہ منہ سے نکالتا ہے جو اللہ کی رضامندی کا موجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کلمہ کے ذریعہ اس شخص کے درجات بلند کرتا ہے اور کبھی بندہ بغیر پرواہ کئے ایسا کلمہ منہ سے نکالتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا موجب بن جاتا ہے۔ جس کلمہ کے ذریعہ وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔

تشریح:-

کسی نے سچ کہا ہے کہ زبان پر ایک نکتہ بڑھا دو تو زیاں بن جاتی ہے جس کے معنی نقصان کے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بار پوچھا گیا حضور نجات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا امسک لسانک اپنی زبان کو روکے رکھو یہی نجات ہے۔ عربی زبان میں محاورہ ہے۔ ان کان التکلم فضۃ فالسکوت ذھبٌ اگر بولنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے۔ خدا کے پیار اور محبت کے حصول کے لئے بھی ضروری ہے کہ خاموش رہ کر غور و فکر کیا جائے۔ زبان پر کنٹرول نہ کرنا یا کم کر دینا انسان کو نفع کی بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔ کوشش اور دعا کرنی چاہیئے کہ زبان کی لغزشوں سے محفوظ رہیں۔ اگر زبان پر صرف حق ہی جاری ہو۔ کتنے ہیں جنہیں زبان کی ٹھوکر نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ زبان خدا کی نعمت ہے۔ اس کا صحیح استعمال نہ ہو تو زحمت بنتی ہے:

کلماتِ طیّبات امام الزمان

وہ کبوتر آسمان کی طرف اُڑ گیا

"کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کر سکے۔ کوئی نہیں ایک بھی نہیں بلکہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب کہلاتے ہیں ان کے ہاتھ میں بھی بجز باتوں کے اور خاک بھی نہیں۔ حضرت موسےٰ کے پیرو یہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت موسیٰ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو ساتھ ہی ان کا عصا بھی کوچ کر گیا کہ جو سانپ بنا کرتا تھا اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کے اتباع کے مدّعی ہیں ان کا یہ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تو ساتھ ہی ان کے وہ برکت بھی اٹھائی گئی۔ جس سے حضرت ممدوح مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ ہاں عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے باراں حواری بھی کچھ برکتوں کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کا یہ بھی تو قول ہے کہ وہی عیسائی مذہب کے باراں امام آسمانی نوروں اور الہاموں کو اپنے ساتھ لے گئے اور ان کے بعد آسمان کے دروازوں پر پکے قفل لگ گئے اور پھر کسی عیسائی پر وہ کبوتر نازل نہ ہوا کہ جو اوّل حضرت مسیح پر نازل ہو کر پھر آگ کے شعلوں کا بہروپ بدل کر حواریوں پر نازل ہوا تھا۔ گویا ایمان کا وہ نورانی دانہ کہ جس کے شوق میں وہ آسمانی کبوتر اُترا کرتا تھا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور پھر اس دانہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں دنیا کمانے کی پھاہی رہ گئی جس کو دیکھ کر وہ کبوتر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ غرض بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے مابہ الامتیاز قائم رہے اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ امتِ محمدیہ کو انتہا زمانہ تک یہ دو معجزے یعنی اعجازِ کلامِ قرآن اور اعجاز اثرِ کلام عطا فرمائے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ اوّل پہلی فصل ص۲۸۲ و ص۲۸۳ حاشیہ)

-(عربی کلام امام الزمان)-

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مھجۃُ مھجتی

(تحقیق رسول اللہ ہی میری جان کی جان ہے)

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مھجۃُ مھجتی
تحقیق رسول اللہ ہی میری جان کی جان ہے۔

وَمِنْ ذِکْرِہِ الْاَحْلٰی کَاَنِّیْ مُثْمِرُ
اور اس کے میٹھے ذکر سے میں ثمردار ہوگیا ہوں۔

فَدَعْ کُلَّ مَلْفُوْظٍ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ
ساری باتیں محمدؐ کی باتیں سن کر چھوڑ دے

وَقَلِّدْ رَسُوْلَ اللّٰہِ تَنْجُ وَتُغْفَرُ
رسول اللہ کی پیروی کر تو نجات پائے گا اور بخشا جائے گا۔

وَلَیْسَ طَرِیْقُ الْھُدٰی اِلَّا اتِّبَاعَہٗ
ہدایت کی راہ تو اسی کا فرمان ہے۔

وَمَنْ قَالَ قَوْلاً غَیْرَہٗ فَیُتَبَّرُ
جس نے اس کے بغیر اور کچھ کیا وہ ہلاک ہوا۔

وَمَنْ یَّرْتَقُوْا غَیْرَ ھَدْیِ رَسُوْلِنَا
جس نے ہمارے رسول کی ہدایت کے سوا اور ہدایت پر یقین کیا

فَذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یَعْتُوْ وَیَشْعَرُ
پس وہ شیطان ہے سرکشی کرے گا اور نکالا جائیگا۔

وَوَاللّٰہِ اِنَّ کِتَابَنَا بَحْرُ الْھُدٰی
خدا کی قسم ہمارا قرآن ہدایت کا سمندر ہے۔

وَتَاللّٰہِ اِنَّ نَبِیَّنَا مُتَبَحِّرُ
اور خدا کی قسم ہمارا نبی کثیر العلم ہے۔

وَیَبْقٰی اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ دِیْنُہٗ
آپ کا دین تا قیامت باقی رہے گا۔

لَہٗ مِلَّۃٌ بَیْضَاءُ لَا تَتَغَیَّرُ
آپ کا دین روشن ہے کبھی نہیں بگڑے گا

یہ اشعار ایک محبتِ رسول کی دلی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ہیں۔ عشقِ رسول سے گداز قلب حضور کو اپنی جان ہی قرار نہیں دیتا بلکہ جان کی جان کہتا ہے۔ یعنی صرف غرق گنا ہی نہیں بلکہ دہ آتشہ۔ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نثر ہو یا نظم۔ عربی عبارت ہو یا اردو۔ فارسی کلام ہو یا اردو نظم وہ ایک جام صافی کی طرح عشقِ رسول کی مے سے لبریز ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے والا اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ وہ فنافی الرسول تھے ؎

(فارسی کلام امام الزمان)

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود

(محمدؐ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہوں)

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم — آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

احمدؐ کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے — وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہوگیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد — پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت رب رحیم کی صورت بن گئی۔

بوئے محبوبِ حقیقی می دمد زاں روئے پاک — ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ربِّ کریم

محبوب حقیقی کی خوشبو اس کے چہرہ سے آرہی ہے اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے۔

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

خواہ مجھے کوئی الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے۔ مگر میں تو احمدؐ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منّت ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار — صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم

خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا داروں کے برخلاف اس چشمہ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خریدتا ہوں۔

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں داورِ پاک — دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

خدا کی مہربانیوں اور اس ذاتِ اقدس کے فضل و کرم سے — میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں — گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم

اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم الفطرت والا پایا۔

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود — ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

محمدؐ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہوں۔ یہی دل خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرا دلی ارادہ ہے

ھجرت

قیام پاکستان کے وقت ایک پمفلٹ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے عنوان سے چھپا تھا جس میں مولانا دریا آبادی حضرت مصلح موعودؓ اور مولانا غلام رسول صاحب مہر کے مضامین تھے اور مختلف شعراء کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت۔ حضرت مصلح موعودؓ کا مضمون ہجرت کے عنوان کے تحت درج تھا اس قیمتی مضمون کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

"آج سے قریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بنی نوع انسان کے سردار آخری شریعت کے حامل مالک ارض و سماء کے محبوب، اپنے اہل وطن کے ظلم و ستم سے ستائے جاکر اپنے محبوب وطن کے چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ مکہ سے نکل کر آپ تین دن غارِ ثور میں چھپے رہے جب وہاں سے آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے مکہ کی طرف منہ کیا اور کچھ دیر تک محبت سے لبریز نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کہا۔ اے مکہ تو مجھے دنیا کی ساری جگہوں سے زیادہ پیارا ہے۔ لیکن تیرے شہریوں نے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ وہ آخری فقرہ تھا جو مکہ کو وداع کہتے وقت میرے آقا نے کہا۔ اس فقرہ کا ایک ایک لفظ اس غم و رنج کی ترجمانی کر رہا ہے جو مکہ کے چھوڑنے پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیدا ہو رہا تھا۔ آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی ہمارے دل اس فقرہ کو پڑھ کر ہاتھوں سے نکلنے لگتے ہیں۔ تو قیاس کرو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جنہوں نے وہ الفاظ عین موقعہ پر اپنے کانوں سے سنے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس وقت آپ کے ساتھ تھے۔ یہ الفاظ سنتے ہی ان کا دل بے قابو ہو گیا اور بے اختیار بول اٹھے۔ مکہ نے اپنے نبی کو نکال دیا۔ اب یہ شہر اپنی تباہی کا انتظار کرے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا فقرہ کہنے کے بعد اس غم اور صدمہ کو جو مکہ کے چھوڑنے پر آپ کے دل میں پیدا ہوا تھا یکسر بھلا دیا۔ وہ کامل وقار اور سکون کے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکہ آپ کو پیارا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ آپ کو اس سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ خدا تعالےٰ نے ایک کام آپ کے سپرد کیا تھا۔ وہ کام آپ کی ساری توجہ چاہتا تھا۔ مکہ سے زیادہ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے دلوں کی فتح آپ کے مدِ نظر تھی۔ مکہ کا گرد و نواح ہی نہیں بلکہ سارا عرب اور ساری دنیا چلّا چلّا کر محمدؐ عربی کو پکار رہی تھی کہ ہمیں شیطان کے پنجہ سے چھڑا لیجیے۔ اور اس کی دست برد سے نجات دلوائیے۔ دنیا کے نجات دہندہ نے اپنے غموں کو دنیا کے غموں کے لئے قربان کر دیا۔ بے شک آپ کو آپ کے اہل وطن نے دھتکار دیا تھا۔ لیکن آپ باوفا تھے۔ آپ ان کو دھتکارنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آپ نے مکہ کو پیچھے چھوڑا مگر اس عزمِ صمیم کے ساتھ کہ پھر مکہ کو فتح کریں گے۔ مکہ کی فتح کی خاطر نہیں مکہ والوں کے دلوں کی فتح کی خاطر۔"

خیر البشر کا غیروں سے حسنِ سلوک

(مکرم و محترم چوہدری محمد شریف صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ربوہ)

سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم حقیقی و کامل آدم اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ اور ظلی طور پر ان تمام صفات و کمالات کے مظہر ہیں جو اصل اپنی اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات با برکات میں پائی جاتی ہیں جسے دوسرے الفاظ میں مظہر ذاتِ باری کہا جا سکتا ہے۔ باری تعالےٰ عز اسمہ کی صفات کا اگرچہ انسان کا محدود علم احاطہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تاہم اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک و کامل کتاب قرآن مجید میں اپنی بہت سی صفات کو بیان فرمایا ہے۔ اور تقریباً ایک صد صفات و اسماء کا علم انسان کو دے دیا ہے۔ اور ان صفات میں جہاں اس کے علم و حکمت، لطف و احسان، فضل و رحم، عفو و درگذر وغیرہ کا ذکر ہے وہاں اس کے انتقام، جبروت، غضب، قہر، جلال و سریع الحساب وغیرہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ اور ہر ایک اسم یا صفت یا قدرت کا موقعہ و محل کے مطابق ظاہر ہونا بھی بہت سی محسوس و مشہود مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ مَیں اس سلسلہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت غیروں سے حسن سلوک کے متعلق آپ کی مقدس زندگی سے چند واقعات جو ایک آزاد شدہ غلام، ایک آزاد شہری، ایک قبیلہ، اور ایک شہر اور ایک مرکز ملت سے تعلق رکھتے ہیں بطور نمونہ مشتے از خروارے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ایک غلام سے حسنِ سلوک۔

ہر انسان کا دائرہ عمل اپنے گھر سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں سب سے پہلی مثال آپ کی اپنے گھر کی زندگی سے پیش کرتا ہوں۔

حضرت خدیجہ رضؓ کے ایک بھتیجے تھے جن کا نام حکیم بن حزام تھا۔ یہ بڑے تاجر آدمی تھے اور ہمیشہ تجارتی قافلوں کے ساتھ اِدھر اُدھر آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ یہ کہیں تجارت کے لئے گئے تو چند ایک غلام خرید کر لائے اور ان میں سے ایک غلام اپنی پھوپھی کی نذر کیا اس کا نام زیدؓ بن حارثہ تھا۔ زید دراصل ایک آزاد خاندان کا لڑکا تھا۔ مگر کسی لوٹ مار میں قید ہو کر غلام بنا لیا گیا تھا۔ خدیجہؓ نے زیدؓ کو ایک ہوشیار اور ہونہار لڑکا پا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ اپنے غلاموں اور خادموں کو نہایت محبت اور پیار کے ساتھ رکھتے تھے اور ان سے اپنے رشتہ داروں کی طرح سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ زید کے ساتھ بھی آپ کو محبت تھی اور زید چونکہ ایک وفادار دل رکھتا تھا اس لئے اسے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ارادت ہو گئی۔ انہی زمانہ میں زیدؓ کا باپ حارثہ اور اس کا چچا کعب زید کا پتہ لیتے لیتے مکہ آ نکلے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عاجزی سے استدعا کی کہ زید کو رہا کر کے اس کے ساتھ بھیجدیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "ہاں اگر زید جانا چاہے تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے۔ اس پر زید کو بلایا گیا اور آپ نے اسے کہا "زید تم ان کو پہچانتے ہو کہ یہ کون ہیں" اس نے عرض کی ہاں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "یہ تم کو لینے آئے ہیں۔ اگر تم جانا چاہتے ہو تو میری طرف سے تمہیں بخوشی اجازت ہے۔ زید نے جواب دیا۔ "میں آپؐ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپؐ میرے لئے چچا اور باپ سے بڑھ کر ہیں۔" زید کا باپ غصہ میں بولا۔ "ہیں! تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔" زید نے کہا۔ "ہاں کیونکہ میں نے اس میں ایسی خوبیاں دیکھی ہیں کہ اب میں کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب زید کا یہ جواب سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور زید کو خانہ کعبہ کے پاس لے جا کر بلند آواز سے فرمایا "لوگو گواہ رہو کہ آج سے میں زید کو آزاد کرتا اور اسے اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔" زید کے والد اور چچا نے یہ نظارہ دیکھا تو حیران رہ گئے اور زید کو خوشی آپؐ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ اس دن سے زید بجائے زید بن حارثہ کے زید بن محمدؐ کہلانے لگے۔ لیکن ہجرت کے بعد جب خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم اترا کہ منہ بولا بیٹا بنانا جائز نہیں ہے تو زید کو پھر زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلوک اور پیار اس وفادار خادم کے ساتھ وہی رہا جو پہلے تھا بلکہ دن بدن ترقی کرتا گیا۔ اور زیدؓ کی وفات کے بعد زید کے لڑکے اسامہ بن زید سے بھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ام ایمن کے بطن سے تھے آپؐ کا وہی سلوک اور پیار تھا۔

زید کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ تمام صحابہ میں سے صرف انہی کا نام صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہوا ہے۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

ایک آزاد شہری۔

ابن ہشام ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ اراشہ کا ایک تاجر تھا وہ مکہ مکرمہ میں اپنے اونٹوں کی فروخت کے لئے آیا۔ مکہ مکرمہ کے ایک مسلّم بہت بڑے رئیس عمرو بن ہشام نے (جسے ہم ابوجہل کہتے ہیں) اس سے ادھار اونٹ خرید لئے اراشی وقتاً فوقتاً ان کی قیمت کا مطالبہ ابوجہل سے کرتا رہا۔ مگر ابوجہل لیت و لعل اور آج اور کل کرتا رہا۔ یہ تاجر اس غیر معمولی تاخیر اور ٹال مٹول سے تنگ پڑ گیا۔ اور ایک دن جب بہت سے معززین قریش خانہ کعبہ کے پاس اپنی ایک مجلس میں جمع تھے

اس نے ان سے درخواست کی کہ میری رقم ابوجہل سے دلائی جائے۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے ایک کونہ میں اپنی عبادت میں مشغول تھے۔ سرداران قریش نے از راہ شرارت اراشی کو کہہ دیا کہ تم اس شخص (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ وہ تمہاری رقم تمہیں دلادے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ ابوجہل حضور کا سخت دشمن ہے۔

بے چارے تاجر کو تو اپنی رقم چاہیئے تھی۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابوجہل سے رقم دلادینے کی درخواست کی حضور علیہ السلام اسی وقت اس کے ساتھ ہو لئے۔ اور ان سرداران قریش نے اپنا ایک آدمی بھی مخفی طور پر حضور کے پیچھے بھجوادیا۔ کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ ان کا مقصد تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنا تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اراشی کے ساتھ ابوجہل کے مکان پر پہنچے اور اس کا دروازہ اپنے دست مبارک سے کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے اندر سے کہا کون ہے؟ حضور نے فرمایا "محمد! باہر آئیں"۔ ابوجہل سہمے ہوئے دروازے پر آیا۔ حضور نے اراشی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس کی رقم ادا کرو۔ ابوجہل نے فوراً جواب دیا۔ آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی رقم اندر سے لاکر دیتا ہوں۔ اور رقم اندر سے لاکر اراشی کو ادا کر دی۔ اور حضور اراشی کو اس کا حق دلاکر واپس تشریف لے گئے۔

اراشی اپنی رقم وصول کرنے کے بعد قریش کی اسی مجلس میں واپس آیا۔ اور کہا محمدؐ نے میرا حق مجھے دلادیا۔ جزاہ اللہ خیرا۔ (سیرۃ ابن ہشام حصہ اول)

غیروں سے حسن سلوک کی یہ مثال بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اللّٰھم صل علیہ وسلم

قبیلہ سے حسن سلوک۔

اب میں یمن کے ایک قبیلہ کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک کی ایک شاندار مثال پیش کرتا ہوں طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کا ایک معزز رئیس تھا اور شاعر بھی تھا۔ وہ کسی تقریب پر مکہ آنکلا۔ قریش نے اسے دیکھا تو فکر پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ محمدؐ سے ملے اور مسلمان ہو جائے۔ اس لئے وہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم ہمارے شہر میں ایسی حالت میں آئے ہو کہ یہاں ایک شخص نے ہم میں سخت فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اس کی باتیں باپ کو بیٹے سے بھائی کو بھائی سے اور خاوند کو بیوی سے جدا کر دیتی ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کی ساحرانہ باتوں سے متاثر ہو جاؤ۔ لہذا ہم تمہیں بر وقت ہوشیار کرتے ہیں کہ دیکھنا کہیں اس کی باتوں میں نہ آجانا۔ طفیل کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے اس معاملہ میں اس طرح بار بار تاکید کی کہ میں ان کی بات کو سچی سمجھ کر بہت خائف ہو گیا حتی کہ میں نے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے کان میں اچانک اس ساحر کی کوئی آواز پڑ جائے۔ اور میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ میں ایک دن اسی حالت میں صبح کے وقت مسجد حرام میں گیا تو وہاں میں نے ایک کونہ میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجھے یہ نظارہ بھلا معلوم ہوا اور میں آہستہ آہستہ آپ کے قریب چلا گیا۔ خدا کی قدرت باوجودیکہ میرے کان بند تھے۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ آواز مجھے سنائی دینے لگی۔ اور میں نے دل میں کہا۔ میری ماں مجھے کھوئے میں ایک سمجھ دار شخص ہوں اور نیکی بدی میں تمیز رکھتا ہوں۔ پس کیا حرج ہے کہ میں اس شخص کی بات سُن لوں۔ اگر وہ اچھی ہوئی تو مان لوں گا اور اگر بُری ہوئی تو انکار کر دوں گا۔ یہ خیال دل میں آنا تھا کہ مَیں نے کانوں سے روئی نکال پھینکی۔ اور قرآن کی تلاوت سنتا رہا۔ اور جب رسول اللہ نماز ختم کر چکے۔ اور گھر کی طرف لوٹے تو میں ساتھ ہو لیا۔ اور آپؐ سے عرض کیا مجھے آپ اپنی باتیں سنائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کلام الٰہی سنایا اور توحید کی تبلیغ فرمائی جس کا یہ اثر ہُوا کہ میں وہیں مسلمان ہوگیا۔ پھر مَیں نے آپ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اپنے قبیلہ میں ممتاز حیثیت رکھتا ہوں۔ اور لوگ میری بات مانتے ہیں پس آپؐ دعا کریں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالےٰ انکو اسلام کی ہدایت دے۔ آپؐ نے اجازت دی اور دعا فرمائی۔ جب طفیل اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے والد اور بیوی کو تبلیغ کی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر قبیلہ والوں کی طرف رخ کیا۔ اور ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور نہ مانا۔ بلکہ نفرت اور مخالفت میں بڑھنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر طفیل پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم نے تو تکذیب کی ہے۔ اور مخالفت میں بڑھ گئی ہے۔ پس اب آپ ان کے واسطے بددعا کریں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے مگر بجائے بددعا کرنے کے یہ الفاظ فرمائے کہ

"اللّٰھم اھد دوساً یعنی اے میرے اللہ تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔"

اور پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جاؤ اور نرمی اور محبت سے تبلیغ میں لگے رہو۔ طفیل کہتے ہیں کہ میں پھر اپنے قبیلہ کی طرف واپس آیا اور ان میں تبلیغ کرتا رہا۔ حتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی۔ اور جنگ بدر اور احد اور احزاب ہو چکیں۔ تب جا کر میری قوم نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد میں ان میں سے ستّر خاندانوں کے ساتھ مدینہ ہجرت کر آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگ خیبر میں مصروف تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ جو احادیث کے ایک مشہور راوی ہیں قبیلہ دوس میں سے تھے اور انہی لوگوں میں مدینہ آئے تھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمدٍ

ایک شہر کے ساتھ حسنِ سلوک

اب ایک شہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

اہلِ طائف نے اوائلِ زمانہ بعثت میں جو سلوک آپؐ سے کیا تھا وہ آپ سے مخفی نہ ہوگا۔ وہاں کے رئیس اعظم عبدیالیل نے اوباشوں کا ایک گروہ آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ جب آپؐ شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپ کے پیچھے ہو لئے اور آپؐ پر پتھر برسانے شروع کئے۔ جس سے آپؐ کا سارا بدن خون سے تر بتر ہوگیا۔ اور تین میل تک یہ اوباش آپؐ کے

گالیاں دیتے اور پتھر برساتے چلے آئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اس سفر سے واپسی پر میرے پاس پہاڑوں کا ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھے خدا نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا اگر ارشاد ہو تو میں یہ پہلو کے دونوں پہاڑ ان لوگوں پر پیوست کر کے ان کا خاتمہ کر دوں۔ میں نے کہا نہیں نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا کر دے گا جو خدا تعالیٰ واحد کی پرستش کریں گے۔"

(بخاری کتاب بدء الخلق)

سبحان اللہ ایک طرف جور وجفا کی انتہاء اور دوسری طرف صبر وعفو کی انتہاء اسی لئے ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

گالیاں سن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

آخر ایک وقت آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طائف شہر کا ۸ھ میں محاصرہ کیا۔ دس پندرہ ہزار کا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ وہ آلاتِ حرب جو قلعہ کی دیواروں کو بنیادوں سے اکھاڑ پھینکتے وہ بھی آپ کے پاس تھے۔ اور اگر آپ چاہتے تو اہلِ طائف کا ایک نفس بھی آپ کے ہاتھ سے نہ بچتا۔ آپؐ نے اہلِ طائف کے محاصرہ کو ختم کرنے کا ارشاد فرمایا اور واپس تشریف لے آئے۔ اور حضور کا یہ حسنِ سلوک یا عفو ہی سب اہلِ طائف کی ہدایت کا باعث بن گیا۔ اور طائف کا وہی رئیس اعظم عبد یالیل جس نے آپؐ کے پیچھے اوباش لگا رکھے تھے اپنے ساتھ ایک وفد لے کر مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر آپؐ کی غلامی میں داخل ہو گیا

(المواہب اللدنیۃ جلد اول ص۲۳۵) صلی اللہ علیہ وسلم

مرکزِ ملّت سے حسنِ سلوک۔

مکہ مکرمہ کے قریش اور ان کے رؤسا نے آپؐ پر اور آپ پر ایمان لانے والے غریب مسلمانوں پر پندرہ سولہ سال کے طویل عرصہ میں جس قدر مظالم ڈھائے وہ تاریخِ اسلام کا ایک کھلا باب ہے۔ آپ کے خلاف آپ کی ایک چچی کی شرارتوں کا ذکر بھی سورۃ لہب میں درج ہے۔ آپؐ کی دو صاحبزادیوں کے رشتے بھی فسخ کر دیئے گئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا حمل بھی گرا دیا گیا تھا۔ تین سال تک قید بامشقت یا شعب بن عامر میں محاصرہ بھی مشہور مظالم کی داستان کا ایک حصہ ہے۔ مدینہ منورہ پر چڑھائیاں اُحد کے زخم اور شہادتیں۔ خندق کی بھوک اور پیاس۔ یہودیوں کی شرارتیں اور منافقوں کی ریشہ دوانیاں بھی پوری تفاصیل کے ساتھ کتبِ تاریخِ اسلام میں محفوظ ہیں۔

یہی اہلِ مکہ اور ان کے سردار جب مغلوب ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار جاں نثار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں اچانک داخل ہو گئے۔ اس وقت اگر آپؐ چاہتے تو ان کے مظالم کی یاداشت میں ان سب کو تہِ تیغ کر دیتے اور ان میں سے کوئی بھی آپؐ کے ہاتھ سے نہ بچتا۔ اس وقت آپ نے سردارانِ قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

"یا معشر قریش ما ترون انی فاعل بکم؟"
اے قریش بتاؤ اب میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟ فقالوا خیراً اخ کریم وابن اخ کریم ان کا جواب تھا۔
آپ نیک سلوک ہی کریں گے۔ آپ نہایت اچھے بھائی۔ اور نہایت اچھے بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اذھبوا
فانتم الطلقاء جاؤ میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔ (المواھب نبیلۃ جلد اول صفحہ ۱۵)

سبحان اللہ اپنے ۲۱ سالہ جانی دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کی یہ مثال، بے مثال حسن سلوک کی ایک نہایت ہی درخشندہ مثال ہے
جس کی نظیر نہ پہلے کبھی ملی نہ آئندہ ملے گی۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ٭ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ٭ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ٭ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا اور نہ قیامت تک ایسا بچہ جن سکتی ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔
"کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا اور نہ قیامت تک کوئی ایسا بچہ جن سکتی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکے۔ وہ شخص جو روحانی میدان میں لنگڑا ہے۔ جو دو قدم بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتا۔ قرب کا میدان تو اس کے لئے بھی کھلا ہے۔ مگر وہ کہاں برق رفتار انسانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو وہ انسان ہیں جو ایک سیکنڈ میں کروڑ ہا میل خدا کے قرب میں بڑھ جاتا ہے۔"
(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ فروری ۱۹۴۴ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین سے حسنِ سلوک

پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم ۔ اے ۔ ربوہ

ایک دفعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُهٗ كُلُّهٗ اَلْقُرْاٰن ۔ یعنی آپؐ کے اخلاق تمام کے تمام وہی تھے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ملتا ہے ۔ یعنی قرآن کریم نے جن کی تلقین کی ۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب ہم قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو والدین سے حسنِ سلوک کے سلسلہ میں ہمیں یہ تفصیلی حکم نظر آتا ہے کہ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل ع ۳)

ترجمہ ۔ یعنی تیرے رب نے (اس بات کا) تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور (نیز یہ کہ) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو ۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو انہیں (ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) اُف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کر ۔ اور رحم کے جذبہ کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کر اور (ان کے لئے دعا کرتے وقت) کہا کر (کہ اے میرے رب! ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی ۔

اب یہ امر تو واضح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد آپ کی پیدائش سے بھی پہلے اور والدہ آپ کی چھوٹی عمر میں ہی وفات پا چکے تھے ۔ یہ حکم جو بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ۔ وہ دراصل آپ ہی کے توسط سے آپ کی اُمّت کو دیا گیا ہے ۔ لیکن اس بارہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قائم فرمایا ہے ۔ یعنی یہ سلوک یعنی والدین سے حسنِ سلوک آپ نے ایسے وجودوں سے کر دکھایا جو والدین کی طرح تھے ۔ جیسے آپ کے چچا اور آپ کی رضاعی والدہ ۔ اس طرح آپؐ نے اپنی اُمت کے سامنے والدین سے حسنِ سلوک کا بھی بہترین نمونہ پیش کر دیا ۔

دوسرے اس وحی میں جو آپ پر خلاق عالمین کی طرف سے نازل کی گئی بہت کثرت سے والدین سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی طرح آنحضورؐ نے اپنے اقوال و ارشادات میں بھی اس بارہ میں اپنی امت کو بڑی ہی تاکید کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قول کی بناء پر کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ کہ آپ کے اخلاق وہی تھے جن کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات آپ کی سیرت کا یہ پہلو نمایاں کر رہی ہیں اور اسی طرح سے آپ کے اپنے ارشادات بھی جن کا حدیث میں ذکر ملتا ہے۔

قرآن کریم میں سورۂ بنی اسرائیل کے علاوہ والدین کے ساتھ حسن سلوک نیکی اور خدمت کی تاکید گیارہ اور آیتوں میں آئی ہے اور اکثر موقعوں پر یہ تعلیم توحید اور خدا پرستی کی تعلیم کے بعد ہی آئی ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حقوق کے بعد بندوں میں سے سب سے مقدم حق والدین کا ہے کہ ان کی خدمت کی جائے اور ان سے حسن سلوک کیا جائے۔ ان میں سے بعض مقامات یہ ہیں۔ بقرہ ع ۱۰ ع ۲۶۔ نساء ع ۲، انعام ع ۱۹، عنکبوت ع ۱، لقمان ع ۲، احقاف ع ۲۔

ان آیات میں والدین اور خصوصاً ماں کی خدمت و اطاعت اور رضامندی کو وہ پانی بتایا ہے جس سے گناہوں کی گرد دھل کر صاف ہو جاتی ہے۔

احادیث نبویہ میں بھی اس بارہ میں بڑی تاکید آتی ہے۔

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے" (مشکوٰۃ کتاب الآداب فی البر والصلۃ)

۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "رب کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے۔"

۳۔ کسی نے پوچھا "یارسول اللہ! میرے حسن معاشرت کا رب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا آنحضرتؐ نے تیری ماں۔ عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ گزارش کی پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر گزارش کی پھر کون؟ چوتھی بار فرمایا "تیرا باپ۔ اور اس کے بعد جو سب سے قریب ہے۔"

۴۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا خوار ہو وہ خوار ہو وہ صحابہ نے پوچھا کون یارسول اللہ فرمایا وہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت حاصل نہ کی۔

۵۔ ایک مجلس میں صحابہ نے دریافت کیا کہ کاموں میں سے خدا کو ہمارا کونسا کام زیادہ پسند آتا ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا صحابہ نے عرض کی پھر کونسا؟ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ دریافت کیا گیا پھر کونسا۔ فرمایا خدا کی راہ میں مشقت اٹھانا۔ (جہاد)

۶۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ والدین کی اطاعت اور ان سے حسن سلوک کے ثواب کو ایک نہایت مؤثر حکایت میں بیان فرمایا کہ تین مسافر کسی راہ میں چل رہے تھے کہ موسلا دھار پانی برسنے لگا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ ایک چٹان اوپر سے ایسی گری کہ اس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنی ایک خاص نیکی کا واسطہ دے کر دعا کی۔ ایک نے

کہا میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں بکریاں چراتا تھا۔ شام کو دودھ دھو کر پہلے اپنے والدین کی خدمت میں لاتا تھا۔ جب وہ پی چکتے تب اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔ ایک دن واپس آیا تو وہ سو چکے تھے۔ دودھ لے کر میں والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ نہ انہیں جگاتا تھا کہ ان کی راحت میں خلل آجاتا اور نہ وہاں سے ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور دودھ مانگیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔ مگر مجھے گوارا نہ تھا کہ میرے والدین سے پہلے میرے بچے سیر ہوں۔ میں رات بھر اسی طرح کھڑا رہا۔ خداوندا! اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹا دے۔ یہ کہنا تھا کہ چٹان کو خود بخود جنبش ہوئی اور غار کے منہ سے تھوڑا سرک گئی۔ اس کے بعد باقی دو مسافروں کی باری آئی۔ اور انہوں نے بھی اپنی ایک ایک خاص نیکی کا واسطہ دے کر دعا کی یہاں تک کہ چٹان کا منہ بالکل کھل گیا۔

۷۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نیک کاموں میں جہاد کا درجہ والدین کی خدمت گزاری کے بعد رکھا ہے ایک دفعہ ایک صحابی نے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ عرض کی جی ہاں۔ ارشاد ہوا "تو پھر انہی کی خدمت کا فریضۂ جہاد ادا کرو"۔

۸۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ "تم پر خدا نے ماؤں کی نافرمانی حرام کی ہے۔ اسی طرح صحابہ سے ایک دفعہ فرمایا۔ کیا تم کو بتاؤں کہ دنیا میں سب سے بڑے گناہ کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ۔ خدا کے ساتھ شرک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی۔

(یہ تمام واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ صحیح بخاری کتاب الادب۔ مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

۹۔ اسی سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں۔

ا۔ وعن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ قال الکبائر الاشراکُ باللّٰہ وعُقوقُ الوالدین وقتل النفس والیمین الغموسُ (بخاری)

ب۔ عن انسؓ قال ذُکر عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر فقال الشرکُ باللّٰہ وعقوق الوالدین (بخاری، مسلم و ترمذی)

ج۔ عن ابن عمرؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال۔ ثلاثۃٌ لا ینظر اللّٰہُ الیھم یوم القیامۃ: العاقُّ لوالدیہ، والدّیُّوثُ، والرَّجُلَۃُ (نسائی)

ان احادیث کا ترجمہ یہ ہے کہ

ا۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑے گناہ یہ ہیں۔ اللہ کا کسی بھی چیز کو شریک بنانا۔ اس کی ذات صفات۔ قدرتوں میں یا ان امور میں جو اسی کے لئے خاص ہیں۔ (۲) والدین

کی نافرمانی اور ان سے حسن سلوک نہ کرنا۔ (۳) جھوٹی قسم کھانا (بخاری)

ب۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز ان پر محبت کی نظر نہیں ڈالے گا۔ ایک والدین کا نافرمان اور ان سے حسن سلوک نہ کرنے والا۔ دوسرا بے شرم انسان تیسرے مردانہ ہیئت کذائی میں ظاہر ہونے والی عورت۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی رضاعی والدہ اور اس کے اقارب سے سلوک۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع شروع میں آپ کی والدہ اور پھر ثُوَیبَہ نے دودھ پلایا۔ جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ ثُوَیبَہ کی یہ چند روز کی خدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں بھولے۔ جب تک وہ زندہ رہی۔ آپ ہمیشہ اس کی مدد فرماتے رہے۔ اور اس کے مرنے کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کوئی رشتہ دار باقی ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی نہ تھا۔

ثُوَیبَہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعت مستقل طور پر حلیمہ سعدیہ کے سپرد ہوئی جو قوم ہوازن کے قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون تھیں۔ دو سال کے بعد جب رضاعت کی مدت پوری ہوئی تو وہ آپ کو مکہ لائیں اور حضرت آمنہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد پھر آپ ۵ سال کی عمر تک حلیمہ ہی کے پاس رہے...... یہ بچپن کی خدمت حلیمہ کی کوئی معمولی خدمت نہ تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو چھوٹی سے چھوٹی خدمت کو بھی فراموش نہ کرتے تھے۔ چنانچہ عمر بھر حلیمہ کی یہ خدمت یاد رکھی۔ اور ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت اعلےٰ سلوک کیا۔

۱۔ چنانچہ جب ملک میں ایک دفعہ قحط پڑا اور حلیمہ مکہ میں آئیں۔ تو آپ نے انہیں چالیس بکریاں اور ایک اونٹ عطا فرمایا۔

۲۔ زمانہ نبوت میں وہ ایک دفعہ مکہ آئیں۔ تو آپ انہیں دیکھتے ہی میری ماں میری ماں کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اوپر کی چادر اتار کر ان کے نیچے بچھادی۔

۳۔ پھر جب جنگ حنین میں قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار جنگی قیدی پکڑے ہوئے آئے تو آپ نے اسی رشتہ کی خاطر ان سب کو رہا کر دیا اور کوئی فدیہ نہیں لیا۔

۴۔ اپنی رضاعی بہن کو جو ان قیدیوں میں آئی تھی انعام سے مالامال کر کے واپس کیا۔

زمانہ نبوت میں جب آپ ایک دفعہ اس مقام سے گزرے تو اپنی والدہ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے اور اسے دیکھ رو پڑے صحابہ نے یہ نظارہ دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اجازت دی کہ میں اپنی والدہ کی قبر کو دیکھوں۔ لیکن دعا کرنے کی مجھے اجازت نہیں۔

(حاشیہ نمبر ا بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیراحمد رضی اللہ عنہ صفحہ ۹۲)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا اور ان کی اولاد سے سلوک۔

زمانہ نبوت میں جب ایک جنگ میں جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے جو حضرت ابوطالب آپ کے چچا کے بیٹے اور حضرت علی رضؓ کے بڑے بھائی تھے۔ اور آپ کو مدینہ میں اس کی خبر پہنچی تو آپؐ فوراً جعفر کے گھر تشریف لے گئے اور بغیر منہ سے کچھ بولنے کے بچوں کو غیر معمولی شفقت اور محبت سے پیار کرتے لگے۔ اور آپؐ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ جعفرؓ کی زوجہ نے یہ نظارہ دیکھا تو سمجھ گئیں کہ ضرور آپؐ کوئی مصیبت کی خبر لے کر آئے ہیں۔ پھر آپ نے رقت بھری آواز میں جعفر کی شہادت کی خبر دی اور پھر ان کو بہت تسلی دیتے رہے اور بچوں کو پیار کرتے رہے۔ اپنے چچا زاد بھائی سے یہ سلوک بھی دراصل اسی محبت کا آئینہ دار تھا جو آپ کو اپنے چچا ابوطالب سے تھی جنہوں نے آپؐ کی بچپن میں کفالت کی تھی

ابوطالب اور عبداللہ (والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی ماں ایک تھی، اسی نسبت سے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے مرتے ہوئے آنحضرتؐ کو ابوطالب کی کفالت میں دیا تھا۔ وہ ایک غریب اور عیالدار آدمی تھے خصوصاً قحط کے ایام میں تو ان کے دن بہت تنگی تکلیف سے کٹتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس غربت کو دیکھا تو اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب سے فرمانے لگے۔ ابوطالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو میں لے آؤں چنانچہ جعفرؓ کو عباس اور علیؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر لے آئے۔ ان کی عمر ۵-۶ سال تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔ یہ سلوک آپؐ کا اپنے چچا سے تھا۔ اس پر ہی اس سلوک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت کا زمانہ پاتے تو اپنے والدین سے کرتے۔

(حاشیہ نمبر ۲- بحوالہ سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ص۷۹)

روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ

ایک دفعہ گرمیوں کے موسم میں گول کمرے کے سامنے سوتے تھے۔ رات کے دو بجے میراں بخش نے اذان دینی شروع کردی۔ (یہ شخص مخبوط الحواس تھا) اور کہنے لگا "تسی ایتھے سون واسطے آیا کردے او (یعنی جاگو کیا تم لوگ یہاں سونے کے لئے آیا کرتے ہو) پھر گاتا چلا گیا۔" (سیرت ظفر ص۱۲۲)

امین الامت ـــــ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح

ـــــــ از ایڈیٹر ـــــــ

حسب و نسب :-

نام عامر تھا۔ باپ کا نام عبد اللہ تھا لیکن جراح دادا کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ نام سے زیادہ کنیت مشہور تھی۔ پانچویں پشت میں فہر پر سلسلہ نسب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ قریش کی شاخ بنو فہر سے تھے۔

ان کے اسلام لانے پر حضور کی مسرت :-

زمانۂ جاہلیت میں عام عربوں کی طرح نہ شراب کے رسیا تھے نہ عورتوں کے دلدادہ نہ لہو و لعب کے شیدا۔ نہ بتوں کے پجاری نہ قریش مکے سرداروں میں سے تھے۔ نہ ان کے ضعیفوں اور محتاجوں میں سے۔ لیکن زیرک اور صاحب الرائے تھے۔ لوگ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ لیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ حضرت صدیق اکبر کی تبلیغ سے ہی مسلمان ہوئے۔ اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر آٹھواں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اگلے دن حضرت ابوبکر نے پوچھا کیا دل اور عقل نے فیصلہ کیا۔ عرض کی ہاں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور نے ان کے اسلام لانے پر مسرت کا اظہار فرمایا۔

حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت :-

اس وقت اسلام کا اظہار کوئی آسان امر نہ تھا۔ والد اور قبیلہ نے شدید مخالفت کی۔ حضور کے ارشاد کے پیش نظر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں عبد الرحمٰن بن عوف۔ جعفر بن ابی طالب۔ زبیر بن عوام، حضرت عثمان اور رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ شام کی طرف اس لئے ہجرت نہ کی تھی کہ قریش سے ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ مبادا قریش ان سے مل کر اذیت نہ دلوائیں۔ فارس والے بے دین اور متعصب تھے۔ حبشہ کے متعلق حضور نے فرمایا وہاں ایسا بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جب حضور نے مشیئت الٰہی کے ماتحت مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور نخل اسلام یہاں پھلنے پھولنے لگا۔ اور انصار اس کی شاخوں تلے بسیرا کرنے لگے۔ تو ابو عبیدہؓ حبشہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ میں آ کر ابو عبیدہ ہر غزوہ میں شریک

اور ثابت قدم رہے۔ مختلف غزوات میں انہیں ممتاز خدمات کی توفیق ملی۔ بعض غزوات میں حضورؐ نے انہیں امیر مقرر کیا اور ایک موقعہ پر اس دستہ کا بھی آپ کو امیر مقرر فرمایا جس میں صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ اور فاروق اعظم حضرت عمرؓ شریک تھے۔

غزوۂ بدر۔

غزوۂ بدر کو اللہ نے یوم الفرقان کہا ہے۔ یہ حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ تھا جس میں ایک طرف ایک ہزار صنا دید عرب تھے جس میں ۶۰۰ تو لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سو گھوڑے تھے اور سات سو اونٹ تھے۔ مسلمان ۳۱۳ تھے۔ لشکر میں ایک اونٹ اور دو گھوڑے تھے اور سوائے تلواروں کے کوئی ہتھیار ان کے پاس نہ تھا۔ لیکن خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے سب تیار تھے۔ عمرو بن وہب جمحی نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ گھوڑوں پر موتیں سوار ہیں۔ عوف بن حارث نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کس بات پر خوش ہوتا ہے فرمایا دشمن میں ننگے گھس جانے سے۔ یہ سنا تو زرہ اتار کر پھینک دی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ابوعبیدہ بھی اس موقعہ پر شریک تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۹ برس کی تھی۔ ان کے والد کفر کی طرف سے قسمت آزمائی کرنے آئے تھے۔ وہ میدانِ جنگ میں ابوعبیدہ کو تلاش کرتے تھے۔ کہ اپنے بیٹے کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھائیں۔ لیکن ابوعبیدہ ہر بار طرح دے جاتے تھے۔ لیکن جب اللہ تھے کہ نہ ٹلتے تھے۔ آخر پدری محبت پر فرض غالب آیا۔ بتوں کا شیدا باپ توحید کے دلدادہ بیٹے کے ہاتھوں دنیا سے رخصت ہوا اس موقعہ پر یہ آیت اتری۔

لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حآد اللہ و رسولہٗ و لو کان
اٰباءھم و ابناءھم واخوانھم او عشیرتھم اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان و
ایدھم بروح منہ ۔ (مجادلہ ع ۳)

کہ مومن خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے۔ خواہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی جنت کے مستحق ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا راضی ہوگیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۸۴-۸۶)

اس جنگ میں ستر کفار مارے گئے تھے اور ستر قید ہوئے تھے۔

غزوۂ اُحد:۔

مکہ کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ ہر گھر سے نالہ و شیون بلند ہو رہے تھے۔ انہوں نے اگلے سال اس کا بدلہ چکانے کی ٹھان لی۔ اگلے سال اُحد کے دامن میں پھر کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ ہوا۔ مسلمانوں نے کفار کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ لیکن چند مسلمانوں کی غلطی سے نوبت بایں جا رسید کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ خود کے دندانے حضور کے رخسار میں پیوست ہو گئے۔ دانت مبارک شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ مسلمانوں کے لئے بہت ہوشربا تھا۔ کفار کے ریلے سے مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ حضور

ابو بکر فرماتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا تو دوڑ کر حضور کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک شخص پرندے کی طرح اڑا چلا آرہا ہے۔ میں نے کہا خدایا کوئی اپنا ہی آدمی ہو۔ میں حضور کے پاس پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں وہ ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ جو مجھ سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ مجھے کہنے لگے ابو بکر خدا کا واسطہ مجھے اجازت دیجئے۔ حضور کے رخساروں سے خود کے ٹکڑے نکالوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ تو ابو عبیدہ نے دانت سے ایک ٹکڑے کو کھینچا۔ خود کا ٹکڑا باہر آگیا۔ لیکن ابو عبیدہ کا اپنا دانت اکھڑ گیا۔ اور وہ پشت کے بل جا پڑے۔ دوسری بار دوسرا ٹکڑا اسی طرح نکالا۔ پھر ان کا دوسرا دانت اکھڑ گیا اور پھر پشت کے بل جا پڑے۔

صحابہ میں سے ابو عبیدہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے ہونٹوں نے زندگی میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے رخسار کو دو دفعہ مس کیا۔ اگر ابو عبیدہ کو یہ عزت نصیب ہوئی تو ابو بکر کا ایثار بھی اس بارہ میں کم نہ تھا۔ یہ گھرانہ ہی ایثار پیشہ تھا کہ بیٹی نے قبر کی جگہ حضرت عمر کو دے دی تھی ویو ثرون علیٰ انفسہم۔ حضرت ابو بکر نے ان کو یہ موقعہ ان کی فدائیت اور حب رسول ہی کی وجہ سے دیا تھا۔

دو لشکروں میں شرکت :۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو غطفان کی جاسوسی اور ان کے حالات کی چھان بین کے لئے بھیجا۔ غطفان نے محمد بن مسلمہ کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور بعض صحابہ کو شہید کر دیا۔ حضور نے ابو عبیدہ کو ۴۰ آدمیوں کی سرکردگی میں ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ بنو ثعلبہ کو پتہ چلا تو بھاگ گئے۔ ابو عبیدہ ان کا مال مویشی اکٹھا کر کے مدینہ لے آئے۔ ایک دوسرے موقعہ پر جہینہ قبیلہ کی سرکوبی کے لئے حضور نے ۳۰۰ مجاہدین کا امیر بنا کر ان کو بھیجا۔ یہ غزوہ سیف البحر بھی کہلاتا ہے۔ اور بخاری کتاب المغازی میں اس کا ذکر اس عنوان سے کیا گیا ہے۔

پہلی راشن بندی اور خدائی عطیہ :۔

اس جنگ میں جب مجاہدین کے پاس راشن ختم ہونے لگا (اس زمانہ میں کھجوریں یا ادنٹ کا گوشت ہی راشن ہوتا تھا۔) تو حضرت ابو عبیدہ نے سب سے کھجوریں اکٹھی کر کے راشن بندی کر دی۔ ایک ایک مٹھی کھجور ایک صحابی کو روزانہ ملتی تھی حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہو گئیں۔ تب صحابہ گٹھلی چوس چوس کر پانی سے پیٹ بھر لیتے تھے۔ یا کیکر کے پتے جھاڑ کر کھا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لشکر کا نام ہی جیش الخبط پڑ گیا تھا۔ ساحل سمندر پر لشکر پہنچا تو دیکھا ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر پڑی ہوئی ہے گویا ایک بڑا ٹیلہ ہے۔ یہ تمام لشکر یہاں ٹھہر گیا۔ بعض صحابہ نے کہا مچھلی مردہ ہے اس لئے کھانا جائز نہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا ہم مضطر ہیں ہمارے لئے جائز ہے۔ چنانچہ یہ ۳۰۰ غازی کفار کی انتظار میں اٹھارہ دن وہاں رہے اور مچھلی ہی کھاتے رہے۔ اس کی چربی کی مالش کرتے۔ اس

مچھلی کی جسامت کا اندازہ اس سے کیجئے. کہ حضرت ابوعبیدہ نے اس کی پسلیوں کی دو ہڈیوں کو کھڑا کرکے آپس میں جوڑا تو اس کے نیچے سے لشکر کا سب سے بڑا اونٹ گزر گیا اور اس کے آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمی بیٹھ گئے تھے۔

(طبقات کبیر جلد ۳ بخاری کتاب المغازی)

واپسی پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ پوچھا تو حضور نے فرمایا مچھلی مردہ حلال ہے یعنی حضرت ابوعبیدہ کا اجتہاد حضور نے درست قرار دیا۔ اور فرمایا انما ھو رزق رزقکم اللہ کہ یہ رزق خداداد تھا جو اللہ نے تمہیں عطا کیا (طبقات کبیر جلد ۳)

بحرین میں جزیہ کی وصولی اور ایک انذار:۔

ایک اور موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ کو بحرین جزیہ کی وصولی کے لئے بھی بھیجا تھا۔ بخاری میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔ جب حضرت ابوعبیدہ مال لے کر آئے۔ انصار کو پتہ چلا تو صبح کی نماز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی۔ حضور نے سلام پھیرا مڑ کر دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا شاید تمہیں ابوعبیدہ کے آنے کا علم ہو گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی ہاں۔ یا رسول اللہ فرمایا تمہیں خوشخبری ہو تمہاری امید بر آئی اور فرمایا۔

فو اللہ ما الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من قبلکم فتنافسوھا کما اھلکتھم (بخاری کتاب المغازی)

خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق فقر کا ڈر نہیں مجھے تو یہ ڈر ہے کہ دنیا تمہارے سامنے پھیلا دی جائے گی۔ جیسے پہلوں کے سامنے پھیلا دی گئی۔ پھر تم اس کو لینے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو گے۔ تب وہ تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلوں کو ہلاک کیا۔ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح نامہ حضور اور کفار کے درمیان لکھا گیا اس پر حضرت ابوعبیدہ کے بھی دستخط تھے۔ (ابن سعد)

فتح مکہ کے تاریخی موقعہ پر قلب لشکر کے قائد ابوعبیدہ تھے۔ ان کے ہاتھ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔ مکہ میں داخل ہوئے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہے تھے۔ (ابوعبیدہ لعبد اللہ الباقی ص۵۵)

امین الامت کا لقب اور آپ کا مقام:۔

ابوعبیدہ ان خوش قسمت دس صحابہ میں سے تھے۔ جو کو اس دنیا میں جنت کی بشارت زبان مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی (ترمذی ابواب المناقب جلد ۲ ص۲۱) — ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ہجرت کے دو سال بعد نجران سے مسیحیوں کا ایک وفد آیا جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مسیح کی

الوہیت اور صداقت اسلام پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کوئی امین شخص بھجوائیے۔ حضور نے فرمایا ہاں میں تمہارے ساتھ حقیقی امین بھیجوں گا۔ آپ نے تین بار یہ فرمایا۔ اکابر صحابہ اب منتظر تھے کہ قرعہ فال کس کے نام پڑتا ہے۔ حضور نے ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ابوعبیدہ اٹھو! اور ان کو اہل نجران کے ساتھ بھجوایا۔ اور حدیث کی مختلف کتب میں یہ واقعہ درج ہے۔
حضرت انس راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان لکل امة امینا وان امیننا ایتها الامة ابوعبیدة بن الجراح

(مسلم فضائل ابی عبیدة بن الجراح)

کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اے امت ہمارا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ امام نووی نے امین کے معنی ثقہ یعنی معتبر قابل اعتماد اور پسندیدہ کے کئے ہیں۔ بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ قوی اور امین کا خطاب انہیں احد کے موقعہ پر عطا ہوا تھا کہ جب خود کے ٹکڑے انہوں نے حضور کے رخسار مبارک سے نکالے تھے۔

بہر حال وہ زبان جو خدا کی ترجمان تھی۔ وہ برگزیدہ ہستی جسے اپنوں اور بیگانوں نے امین کہا تھا۔ اس نے ابوعبیدہ کو امین کہا اور آپ دیکھیں گے کہ خدا کی اس امانت کو جو ابوعبیدہ کے سپرد کی گئی تھی۔ انہوں نے کیسے نباہا۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں ارشاد خداوندی کی تعمیل میں صرف کر دیں اور دنیا کے زخرفات انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے۔

مناقب ابوعبیدہ:۔

حضرت ابوعبیدہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نعم الرجل ابوبکر۔ نعم الرجل عمر نعم الرجل ابوعبیدة بن الجراح (ترمذی مناقب ابوعبیدة) ابوبکر بہت اچھے انسان ہیں۔ عمر بہت اچھے انسان ہیں۔ ابوعبیدہ بہت اچھے انسان ہیں۔ مسلم (فضائل ابوبکر) میں حدیث ہے۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا کہ اگر حضور کسی کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرماتے تو کسے کرتے۔ فرمایا ابوبکر کو عرض کی پھر ابوبکر کے بعد فرمایا عمر کو۔ عرض کی عمر کے بعد کس کو فرمایا ابوعبیدہ بن جراح کو۔ حضرت عمر جب زخمی ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ آج ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کرتا اور اگر خدا مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا میں نے تیرے نبی کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ یہ اس وقت کا امین ہے۔ (طبقات کبیر جلد ۳)

حضرت حسن راوی ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ میں سے ہر ایک کے متعلق کوئی نہ کوئی مجھے موقعہ توجہ دلانے کا ملا ہے۔ سوائے ابوعبیدہ کے۔ الفاظ یہ ہیں۔

ما من اصحابی الا لو شئت لاخذت علیه الا ابا عبیدة (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۶)

حضرت ابوبکر سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ہر صحابی کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔ سوائے ابوعبیدہ کے اور کیا شک ہے کہ اگر سبوح و قدوس کے بعض بندے بھی بے نظیر ہوتے ہیں۔

یہ امر زیادہ واضح ہو جائے گا اگر ہم عمر فاروق کے ان الفاظ پر غور کر لیں۔ فرمایا ہم میں سے ہر شخص میں دنیا نے ایک تبدیلی کر دی سوائے ابوعبیدہ کے (ابوعبیدہ لعبدالباقی ص۱۳) ان کی وفات پر معاذ بن جبل نے کہا تھا۔ اے لوگو! آج وہ شخص دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ جس سے زیادہ پاک صاف دل اور کینہ سے مبرا اور باحیا اور خیر خواہ شخص میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (مسند احمد جلد ۱ ص۱۹۶)

غزوہ ذات السلاسل میں حضور نے عمرو بن العاص کی مدد کے لئے ایک دستہ بھجوایا۔ اس دستہ میں سیدنا ابوبکر اور عمر بھی شریک تھے۔ حضور نے اس دستہ کا امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا۔ (اصابہ فی معرفۃ الصحابہ)

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں شام کی طرف مختلف لشکر روانہ کئے گئے۔ ایک لشکر کا امیر عمرو بن عاص کو مقرر کیا۔ اور ایک کا امیر ابوعبیدہ کو مقرر کیا۔ اور فرمایا اگر تم کو جمع ہونا پڑے تو امیر ابوعبیدہ ہوں گے۔ عمرو بن عاص نے چاہا کہ ان کو امیر مقرر کیا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جا کر کہا لیکن انہوں نے فرمایا ابوعبیدہ تم سے افضل ہیں (ابوعبیدہ لعبدالباقی ص۲۵)

ثقیفہ بنو ساعدہ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر نے خلافت کے لئے ان کا اور حضرت عمر کا نام تجویز کیا تھا۔ اور حضرت عمر نے ثقیفہ جانے سے پہلے انہیں کہا تھا لائیے ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ لیکن انہوں نے کہا عمر تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی غلطی نہیں کی۔ صدیق کی موجودگی میں کسی اور کا نام۔

سب سے پہلے وزیر خزانہ :۔

جب خدا کا برگزیدہ رسول سرکار دو عالم فخر موجودات سرور کائنات اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ردائے خلافت حضرت ابوبکر کو عطا ہوئی تو آپ نے فتنہ مرتدین کی سرکوبی کے لئے خدا کی تلوار خالد کو بے نیام کیا۔ قضا حضرت عمر کے سپرد کی خط و کتابت پر زید بن حارثہ کو مقرر کیا اور بیت المال امین الامت کے سپرد کیا۔ مصادر اور موارد۔ یعنی آمد و خرچ کی ذمہ داری ان کی تھی۔ ایسے وقت میں جب ایک طرف مرتدین نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔ دوسری طرف لشکروں کی روانگی کا خرچ اس نازک موقعہ پر امین الامت نے اس امانت کو خوب نبھایا۔ جب مرتدین کا فتنہ فرو ہوا۔ تو دنیائے مال سے ابوعبیدہ دنیائے قتال کی طرف منتقل ہو گئے

فاتح شام :۔

عرب کے ماحول میں دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ ایک کسریٰ کی سلطنت اور دوسری قیصر کی حکومت۔ جنگ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودتے ہوئے جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور وہ اس آیت کے مصداق بن گئے تھے۔ ضاقت علیھم الارض خندق کھودتے وقت صادق الصدوق نے فرمایا تھا۔ ھلک کسریٰ ثم لا یکون کسریٰ بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصرہ بعدہ واللہ لتنفقن کنوزھا فی سبیل اللہ۔ کمر پیٹوں پر پتھر باندھ کر کھدائی کرنے والو! کسریٰ بھی

ہلاک ہو گا۔ اسکے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اسکا کروفر جاتا رہے گا اور قیصر کا غرور بھی خاک میں مل جائے گا اور پھر کوئی ایسا قیصر نہ ہو گا۔ اور خدا کی قسم تم ان کے خزانے راہِ خدا میں خرچ کرو گے۔ یہ پیشگوئی سیدنا حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں پوری ہوئی۔ اور ابوعبیدہ اس خدائی تدبیر کا آلہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شام کو چار اطراف سے لشکر روانہ کیا۔ شرق اردن کی طرف سے یزید بن ابی سفیان کو سالارِ لشکر بنا کر بھیجا (۲) بلقاء کی طرف شرجیل بن حسنہ کو۔ فلسطین کی طرف سے عمرو بن عاص کو ان تینوں لشکروں کی تعداد چار ہزار تھی۔ سب سے بڑا لشکر آٹھ ہزار پر مشتمل ابوعبیدہ کی سرکردگی میں حمص کی جانب بھیجا۔ ابوعبیدہ جابیہ کو فتح کرتے ہوئے حمص کو کفر کے چنگل سے آزاد کراتے ہوئے آگے بڑھے۔ یہ شام کا پہلا بڑا شہر تھا جسے اسلامی فوجوں نے فتح کیا۔ آگے بڑھے تو نواحِ دمشق غوطہ کو سرنگیں کرتے ہوئے دمشق کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ لمبا ہوا تو حضرت خالد کو ابوبکرؓ نے حیرہ سے یہاں سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اسلامی لشکر کی ہیبت دلوں میں بیٹھ چکی تھی۔ قیصر کی سلطنت لرزہ بر اندام تھی۔ ایک دن خالد فصیلِ شہر سے کود گئے۔ لڑتے لڑاتے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ عمرو بن عاص فوجوں سمیت شہر میں داخل ہو گئے۔ اہلِ دمشق نے امان کے لئے ابوعبیدہ سے عرض کیا۔ اور دمشق اسلامی فوجوں کے قبضہ میں آ گیا۔

اس دوران محاصرہ کے اکیسویں دن رومیوں کا لشکر پہاڑی سے اترا۔ ضرار بن ازور کو پانچ ہزار مجاہدین سے ان سے دو دو ہاتھ کرنے بھیجا۔ کفار کے اسلحہ کی چمک آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھی۔ سونے کی صلیب ہیرے جواہروں سے مرصع لشکر کے آگے تھی۔ بیت لہیا کے پاس مقابلہ ہوا۔ ضرار نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا۔ مسلمانو! طالوت کے ساتھیوں کی طرح ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا پڑھتے ہوئے آگے بڑھو۔ خود زرہ اتار کر پھینک دی۔ نیزہ تان کر آگے بڑھے۔ کفر کے لشکروں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب سے پہلے اس پر حملہ کیا جس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ سوار کے سینہ میں نیزہ اتار دیا۔ وہ لڑکھڑا کر گھوڑے سے گرا۔ پھر اس پر حملہ آور ہوئے جو صلیب تھامے ہوا تھا۔ اس کی پسلیوں میں نیزہ ایسا مارا۔ کہ انتڑیوں کو چیر کر نکل گیا۔

زخموں سے چور ہو گئے نیزہ ٹوٹ گیا۔ تو قیدی بنا لئے گئے۔ ان کی بہن خولہ مردانہ لباس پہنے چہرہ ڈھانپے نوسے ہزار کے لشکر پر بجلی بن کر ٹوٹ رہی تھیں۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کون آفت کا پرکالہ ہے۔ کفار نے کہا ان کان العرب مثل ھذا الفارس فلیس لنا لھم طاقۃ (فتوح الشام) اگر عرب شہسوار ایسے ہیں تو ہم ان سے لڑ نہیں سکتے۔ خالد کو ضرار کے قید ہونے کی خبر پہونچی۔ تو بجلی کی طرح تڑپ کر وہاں پہنچے۔ ساتھیوں سے کہا گھوڑوں کی لگامیں ڈھیلی کر دو۔ اور نیزے تان کر ضرار کو سو آدمی نرغے میں لے کر حمص جا رہے تھے۔ ایسا تابڑ توڑ حملہ کیا کہ ان کو چھڑا لیا۔ اس لڑائی میں وردان اور ہرقل کا لڑکا مارا گیا۔ رومی سلطنت کو یہ نظر آ رہا تھا کہ یا تو ہمیشہ کے لئے رومی سلطنت کا خاتمہ ہے۔ یا ان صحرا نشینوں کو سبق سکھانا ہے۔

یرموک کے مقام پر اڑھائی لاکھ رومی اکٹھے ہوئے حمص سے مسلمانوں نے اپنے لشکر کو واپس بلا لیا اور اپنی جمعیت کو اکٹھا کیا مسلمان ۴۰ ہزار کے قریب تھے کسی مسلمان نے کہا رومی کتنے زیادہ ہیں اور مسلمان کتنے کم۔ حضرت خالد نے سنا تو بلند آواز سے بولے مسلمان کتنے زیادہ ہیں اور رومی کتنے تھوڑے لشکر کی کثرت کا مدار خدا کی نصرت پر ہوتا ہے۔ (ابوعبیدہ صفحہ)

لشکر کے پیچھے مسلمان عورتیں تھیں۔ جن میں ہندہ بنت عتبہ اُمّ آبان، خولہ بنت ازور، عفیرہ تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے معرکہ سے کچھ پہلے مسلمان عورتوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے مجاہدات! خیموں کی چوبیں اکھیڑ کر ہاتھوں میں لو۔ پتھروں سے جھولیاں بھر لو اور مسلمانوں کو قتال کی ترغیب دو۔ اگر ہمیں کامیاب ہوتا دیکھو تو اپنی جگہ رہنا اور اگر دیکھو کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کے مونہوں پر چوبیں مارنا اور ان پر پتھر برسا کر انہیں میدانِ جنگ میں واپس کر دینا۔ اپنے بچے اوپر اٹھا لینا اور کہنا جاؤ اپنے اہل و عیال اور اسلام کی خاطر جانیں دو۔" (ابوعبیدہ لعبد اللہ باقی ص۱۸)

پھر مردوں سے مخاطب ہوئے:۔

"اللہ کے بندو! خدا کی مدد کے لئے آگے بڑھو! وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو صبر کرو کیونکہ صبر ہی کفر سے نجات کا ذریعہ ہے۔ خدا کو راضی کرنے کا سبب اور عار کو دھونے والا ہے۔ اپنی صفوں کو مت توڑنا لڑائی کی ابتدا تم نہ کرنا۔ نیزوں کو تان لو۔ ڈھالوں کو سنبھال لو اور زبانوں کو خدا کے ذکر سے تر رکھو۔ تا خدا اپنی منشاء کو پورا کرے۔

لشکر کفار نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو لوہے کی زنجیروں سے باندھ لیا تھا۔ وہ پرے کے پرے سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ شروع میں ان کا پلڑا ذرا بھاری دکھائی دیتا تھا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر اُس دن بے جگری سے حملہ کرتے تھے کہ لشکر کی صفوں کو چیر کر ان کے عقب میں نکل جاتے۔ پھر حملہ کرتے ہوئے واپس پلٹ جاتے۔ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ نے چار سو آدمیوں کو لے کر موت پر بیعت کی کہ آؤ شہید ہو جائیں یا کفر کا تیا پانچہ کر دیں۔ قلب پر ابوعبیدہ نے حملہ کیا۔ بائیں سے عمرو بن عاص کفار پر ٹوٹ پڑے۔ سیف اللہ خالد نے گھڑ سواروں سے حملہ کیا۔ اور رومیوں کو دھکیلتے ہوئے ان خندقوں تک لے گئے جو ان کے پیچھے تھیں۔ چونکہ زنجیروں میں کفار بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے پیچھے ہٹتے وقت ۸۰ ہزار کفار تو دریائے یرموک میں ڈوب کر مرے۔ ایک لاکھ کے قریب رومی سپاہی کام آئے۔ مسلمان تین ہزار کے قریب شہید ہوئے۔

مسلمانوں کی فتح کے اسباب:۔

ایک کے بعد دوسرا شہر، علاقہ کے بعد علاقہ جب قیصر کے ہاتھ سے نکلتا گیا تو اس نے اپنے ایک قائد سے پوچھا کہ ان ننگے بدن ننگے پاؤں والوں کے سامنے تمہارا تجربہ کار لشکر کیوں شکست کھا رہا ہے۔ قائد نے کہا میرے آقا ہمارے لشکر کے ہر آدمی کو اپنی شکست کا یقین ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ شکست کھاتا ہے۔ اور ہر عربی کو اپنی فتح کا یقین ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ کامیاب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے ایک لشکر سے پوچھا تم فارس و روم کے مقابل پر کس طرح کامیاب ہوئے۔ اس نے جواب دیا ہم میں سے جب ایک کے سینہ کی طرف تیر اٹھتا ہے تو دوسرا آگے بڑھ کر اس تیر کو اپنے سینہ پر لینا چاہتا ہے۔ ہم اپنی جان کو نچھاور کر کے اپنے بھائی کی جان بچانا چاہتے ہیں۔ اور تم میں سے کسی کی

طرف ہمارا نیزہ بڑھتا ہے تو اپنے ساتھی کے پیچھے ہو کر اپنی جان بچانا چاہتے ہو اور اس کو موت کے منہ میں دھکیلتے ہو۔ اور ابوعبیدہ نے بھی اس راز سے پردہ اٹھایا تھا۔ شام سے جب ایک غازی فرقت حبیب سے بے تاب ہوا تو اس نے رخصت طلب کی۔ رخصت ہوتے وقت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مدینہ جا رہا ہوں کوئی پیغام ہو ارشاد فرمائیں۔ ابوعبیدہ نے جو پیغام دیا اسے کسی نے یوں بیان کیا ہے۔ ؎

پہنچے جو بارگاہ رسول امیں میں تو ؎ کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے ؎ پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے

مسلمانوں نے خدا کی آواز پر لبیک کہا۔ وہ خدا کی تقدیر بن گئے۔ انہوں نے اپنی تمام خواہشات کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیا۔ انہوں نے خدائی وعدوں کا اپنے آپ کو مستحق کر دیا۔ خدا نے ان سے سارے وعدے پورے کئے۔ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم ونعم قال

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔

خالد کی معزولی اور ابوعبیدہ کی تقرری۔

دمشق کا محاصرہ جاری تھا۔ معرکہ یرموک کا ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا۔ سیدنا ابوبکر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اور جب منشائے خداوندی سے ردائے خلافت حضرت عمرؓ کو پہنائی گئی۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی حضرت خالد بن ولید کی معزولی کا حکم دیا اور ابوعبیدہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں۔ خالد کی معزولی کے وقت فرمایا تھا۔ لانزعن خالداً حتی یعلم ان اللہ ینصر دینہ۔ (استیعاب جلد ا صفحہ ۱۵۶) میں اس لئے کر رہا ہوں تا دکھاؤں کہ اللہ کی مدد کی وجہ سے اس کا دین سرفراز ہو رہا ہے۔ کسی انسان کی کوشش سے نہیں۔ سچ فرمایا ہے روحانی خلفاء یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً۔ وہ خالص موحد ہوتے ہیں۔ ابوعبیدہ کو خط پہنچا تو معرکہ زوروں پر تھا۔ آپ نے خط پڑھا اور اسے محفوظ کر لیا۔ معرکہ سر ہو گیا تو حضرت عمرؓ کے ارشاد سے خالد کو اطلاع دی۔ خالد نے کہا آپ نے اسی وقت مجھے مطلع کیوں نہ فرمایا۔ جواب دیا میں دنیا کا کوئی اعزاز لینا نہیں چاہتا۔ نہ میں دنیا کے لئے کام کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ زوال پذیر ہے..... پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ولی علیکم امین ھذہ الامۃ۔ تمہارا والی امت کا امین بنایا گیا ہے اور ابوعبیدہ نے اس موقعہ پر کہا۔ ان خالداً سیف من سیوف اللہ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۸۵)

حضرت خالد نے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ دونوں قائد غایت درجہ اتفاق اور تعاون سے کام کرتے رہے۔ اب شام کا ایک کے بعد دوسرا شہر پکے ہوئے پھل کی طرح مسلمانوں کی جھولی میں گر رہا تھا۔ آخری شہر انطاکیہ فتح ہوا۔ تو تمام شام مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا لوگوں نے ابوعبیدہ کو العائد المیمون الطائر۔ مبارک خوش نصیب قائد کا خطاب دیا۔ وہ یرموک میں اپنے آپ کو لشکر کی اگلی صفوں میں رکھتے، وہ دردمند ہر مجاہد کے درد میں بھی شریک ہوتے۔ ان کا سلوک ہر سپاہی سے مثالی تھا۔ وہ ان کے درمیان اس طرح گھل مل کر رہتے کہ من و تو کا فرق محو ہو گیا تھا۔ اپنے تو اپنے رومیوں پر ان کے اخلاق کا گہرا اثر تھا۔ ان کے نیک نمونہ سے شام میں آباد متوطن

بنو سلیح قبائل مسلمان ہوئے۔ ایک موقعہ پر شام کی فتوحات کے دوران جب عارضی طور پر حمص سے ان کو اپنی فوجیں واپس کرنی پڑیں تو آپ نے غیر مسلموں سے وصول کردہ جزیہ واپس کر دیا تو حمص کے عیسائی رو رہے تھے۔ اور کہتے تھے اسے رحمدل حکمرانو! خدا تمہیں پھر واپس لائے۔

آہ! ایک وہ دن تھا کہ مسلمانوں کے نیک اخلاق عمدہ نمونہ کی وجہ سے عیسائی اپنوں کی نسبت ان کی ماتحتی میں اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ ملکوں شہروں اور علاقوں کی فتح سے دلوں کی زمین کو فتح کرنا زیادہ مشکل امر ہے۔ تسخیر کائنات کی نسبت تسخیر قلوب زیادہ اہم ہے ؎

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است ٭ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

شام کی فتوحات سے فارغ ہو کر سب سے پہلی توجہ حضرت ابوعبیدہ نے ملکی نظام اور قیام امن کی طرف دی اور دنیا کو یہ درس دیا۔ استحکام سلطنت کا راز امن اور سلامتی کے قیام میں مضمر ہے۔

طاعون عمواس اور ابوعبیدہ کی وفات :-

اٹھارہ ہجری میں شام کی بستی عمواس میں طاعون پھوٹ پڑی جس نے دیکھتے دیکھتے مسلمانوں کے ۲۵ ہزار کے لشکر میں سے ۲۰ ہزار کو اپنا لقمہ بنا لیا۔ مسلمان تو جانتا ہے۔ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ تقدیر کے نوشتے پورے ہو کر رہا کرتے ہیں جن کے دلوں میں شہادت کی حسرت تھی۔ خدا نے ان کی یہ حسرت اس طرح پوری کر دی کہ صادق و مصدوق نے فرمایا تھا۔ ابوہریرہ راوی ہیں۔ پانچ افراد شہید ہیں۔ جو طاعون سے فوت ہو۔ جو پیٹ کی بیماری سے مرے اور ڈوب کر مرنے والا اور مکان کے نیچے آ کر جان دینے والا۔ اور خدا کی راہ میں قربان ہونے والا۔ (ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی الشھداء منھم)

امیر المومنین حضرت عمرؓ مدینہ سے چلے سرغ جگہ پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ یہاں استقبال کرنے آئے ہوئے تھے۔ شام میں طاعون پھیلنے کا سنا تو صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور بعض کا مشورہ یہ تھا کہ ہمیں ایسے علاقہ میں نہ جانا چاہیئے جہاں وبا پھیل ہو اور بعض نے یہ مشورہ دیا کہ ہم خدا کے لئے جا رہے ہیں ہمیں سفر جاری رکھنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہ کو بھی ساتھ جانے کو کہا۔ حضرت ابوعبیدہ نے عرض کی۔ خدا کی تقدیر سے فرار؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوعبیدہ اسے کاش یہ تیرے علاوہ کسی اور نے کہا ہوتا اور فرمایا ہم خدائی تقدیر سے خدا کی ہی تقدیر کی طرف جائیں گے۔ اور فرمایا ابوعبیدہ اگر تیرے پاس کچھ اونٹ ہوں اور تو ایسی جگہ جائے جہاں ایک طرف سرسبزی ہو اور دوسری طرف خشک سالی تو اگر تو سرسبز جگہ اونٹ چرائے۔ تو کیا خدائی تقدیر کے مطابق نہ ہوگا۔ اگر تو خشک سالی میں اونٹ چھوڑ دے تو کیا یہ خدائی تقدیر کے خلاف ہوگا۔ (مسلم باب الطاعون)

یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ مسلم میں صرف یہ الفاظ زائد ہیں وکان عمر یکرہ خلافہ کہ حضرت عمرؓ ابوعبیدہ سے منشاء کے خلاف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اور ابوعبیدہ کا یہ نہایت درجہ احترام اور اکرام تھا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف آگئے۔ انہوں نے

کہا حضور نے فرمایا تھا کہ اگر کسی زمین میں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور نہ وہاں کے باشندے دوسرے علاقہ میں جائیں (بخاری باب ما یذکر فی الطاعون)

حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے۔ مدینہ آ کر خط لکھ کر بہانہ سے ابو عبیدہ کو بلانا چاہا۔ ابو عبیدہ نے جواباً عرض کیا امیر المومنین میں آپ کا منشا سمجھ گیا۔ مجھے اجازت دیجئے لشکر کے ساتھ ہی رہنے کی۔ میں اپنے آپ کو ان سے الگ نہیں کرنا چاہتا۔ خط پڑھ کر امیر المومنین رو پڑے۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ کیا ہوا حضرت ابو عبیدہ فوت ہو گئے کہا نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ نے لوگوں کو جب مرض کا شکار ہوتے دیکھا تو دعا کی۔ اللھم نصیبک فی آل ابی عبیدۃ۔ اے اللہ آل ابو عبیدہ کیوں اس حصہ سے محروم ہیں۔ شاید اس میں یہ سبق تھا وہی قیادت کے اہل ہے جو عوام کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے۔ ابو عبیدہ کی انگلی پر چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی۔ اس کی طرف دیکھتے اور کہتے یہ تو کچھ بھی نہیں لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ اس میں برکت ڈالے گا۔ اور تھوڑے میں جب برکت ڈالے تو بڑا ہو جاتا ہے۔ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور سرزمین شام میں ہی شہادت نصیب ہوئی۔ اور وادی بیسان میں سپرد خاک کئے گئے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۸۶)

انہوں نے دو بیویاں کی تھیں۔ ان سے اولاد ہوئی۔ لیکن وفات کے وقت کوئی بچہ زندہ نہ تھا۔

وفات کے وقت وصیت:

وفات کا وقت قریب آیا تو لشکر کے افسروں کو بلایا۔ اور فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسے قبول کرو گے ہمیشہ بہتری میں رہو گے۔ نماز باجماعت اور سنوار کر ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ صدقہ دینا حج اور عمرہ کرنا۔ باہمی اور انکساری اختیار کرنا اپنے امراء کی خیر خواہی کرنا ان سے خیانت نہ کرنا۔ عورتیں تمہیں غافل نہ کریں اور یاد رکھو اگر ہزار سال بھی کسی شخص کو عمر نصیب ہو۔ تو پھر بھی اس کی وہی حالت ہوگی جو اس وقت میری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے لئے موت مقدر کر چھوڑی ہے۔ زیرک وہ ہے جو اس کا اطاعت گزار ہے۔ اور اس دن کے لئے تیاری کرتا ہے

پھر فرمایا امیر المومنین کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا میرے ذمہ کوئی امانت باقی نہیں۔ الا قد قمت به وادیت به میں نے اس کی نگہداشت کی ہے اور ادا کر دی ہے۔ (ابو عبیدہ صفحہ ۹۳-۹۴) اس امین کو زندگی کے آخری لمحات میں بھی امانت کی ادائیگی کا فکر تھا ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سینہ تان کر اور ہر آزمائش میں پورے اترنے والے۔

انصار مدینہ قائد تھے۔ امیر شام بھی ہوئے لیکن بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ بعض دفعہ باہر کا آدمی تمیز نہ کر سکتا تھا کہ

قائد کون ہے۔ رومیوں نے ایک دفعہ ریشمی فرش ان کی آمد پر بچھایا۔ اسے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ جب غزوہ ذات السلاسل میں حضور نے انہیں عمرو بن عاص کی مدد کے لئے بھیجا۔ تو چلتے وقت نصیحت فرمائی۔ جب عمرو بن عاص کے پاس پہنچو تو دونوں اتفاق سے رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ وہاں اپنے دستہ کے ساتھ پہنچے۔ تو عمرو بن عاص نے کہا ان کا بھی میں امیر ہوں۔ ان کے ساتھیوں نے کہا آپ اپنے آدمیوں کے امیر ہیں۔ ہمارے امیر ابوعبیدہ ہیں۔ عمرو بن عاص نے کہا تم میری مدد کے لئے بھجوائے گئے ہو اس لئے میں امیر ہوں گا۔ ابوعبیدہ نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کرتے وقت آخری نصیحت یہ فرمائی تھی کہ دونوں تعاون سے رہنا۔ اختلاف نہ کرنا اور خدا کی قسم اگر آپ میری نافرمانی بھی کریں گے تو میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ عمرو بن عاص نے کہا پھر امیر میں ہوں۔ ابوعبیدہ نے کہا ٹھیک ہے آپ نماز پڑھائیں۔ (ابوعبیدہ ص۵۲ عبدالباقی)

آپ شام میں جن دنوں امیر تھے۔ ایک دن فرمایا لوگو! میں قریشی ہوں۔ لیکن آپ میں سے جب کسی کالے گورے کو اپنے سے تقویٰ میں افضل دیکھتا ہوں تو خواہش ہوتی ہے کہ کاش اس کی کینچل میں میں ہوتا۔ (طبقات کبیر جلد ۳ ص۳)

ابوعبیدہ کی خشیت اللہ:-

خدا کی محبت اور خوف ان برگزیدہ ہستیوں پر کتنا غالب تھا اس کا اندازہ ان کے اس قول سے کیجئے۔ قتادہ روایت کرتے ہیں ایک دن ابوعبیدہ نے کہا اے کاش میں مینڈھا ہوتا۔ میرے اہل و عیال مجھے ذبح کرتے۔ میرا گوشت کھا لیتے۔ میرا شوربہ پی لیتے۔ سچ ہے۔ ہر کہ عارف تر است ترساں تر۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کہا تھا۔ اے کاش میں درخت کا پھل ہوتا پرندہ آتا کھا لیتا۔ کیا ان کی بیٹی ام المومنین نے نہیں کہا۔ اے کاش میں گھاس ہوتی۔ کاٹ کر پھینک دی جاتی۔

ہر آزمائش میں پورے اترے۔

حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ میں دو آدمی تھے۔ ایک ابوطلحہ وہ لحد والی قبر تیار کرتے اور ابوعبیدہ شق والی۔ وہ گورکن سپہ سالار افواج شام بنا۔ لیکن بقول سیدنا امیرالمومنین ان کے اندر کوئی تبدیلی دنیا نہ کر سکی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کاملین کی ایک نشانی بیان فرمائی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں ؎

بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں ٭ در جہاں و بیروں از جہاں

کہ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے تعلق رہے۔ کاملوں کی یہی کافی نشانی ہے۔ سیدنا حضرت عمرؓ جب ابوعبیدہ کے [illegible] عیسائیوں کے مطالبہ پر بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ نے ابوعبیدہ کو نہ پایا۔ پوچھا میرا بھائی کہاں ہے۔ عرض کی حضور [illegible] فرمایا ابوعبیدہ۔ عرض کی ابھی آتے ہیں۔ وہ آئے۔ ہاتھ میں اونٹ کی نکیل کی رسی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی قیام گاہ پر چلنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ قیصر کی شان و شوکت کو خاک میں ملانے والے سپہ سالار کے گھر میں عمرؓ پہنچے۔ تو گھر میں [illegible] چیز [illegible] ایک [illegible]

ایک تلوار اور ایک سواری کا کجاوہ۔ کہا ابوعبیدہ ضروری سامان تو رکھا ہوتا۔ عرض کی امیرالمومنین یہی کافی ہے اس میں راحت ہے (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۶)

ایک بار امیرالمومنین حضرت عمر نے انہیں چار سو دینار اور چار سو درہم بھیجے۔ اور پیغامبر کو کہا کہ وہاں ٹھہر کر دیکھنا کیا کرتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے اسی وقت وہ تمام تقسیم کر دیئے۔ قاصد نے سارا ماجرا سنایا تو امیرالمومنین عمر نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے اسلام نے ایسے شخص پیدا کیے جن کا کردار یہ ہے۔ (طبقات کبیر صفحہ ۳)

مسند احمد بن حنبل میں آتا ہے۔ ابوعبیدہ کے پاس ایک شخص آیا دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ اس نے وجہ پوچھی، تو فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان فتوحات کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمانوں کو ملنے والی تھیں۔ آپ نے ان میں شام کا بھی ذکر فرمایا۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ ابوعبیدہ اگر تو اس وقت تک زندہ ہوا تو تیرے لئے صرف تین نوکر کافی ہیں۔ ایک سفر میں تیری خدمت کے لئے ایک حضر کا خادم ایک اہل و عیال کی خدمت کے لئے اور تین سواریاں کافی ہوں گی۔ ایک میرے لئے ایک ساتھی غلام کے لئے اور ایک سامان کے لئے لیکن آج میرا گھر غلاموں اور سواریوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ آپ نے تو ہمیں وصیت کی تھی۔ کہ تم میں سے مجھے پیارا اور میرا مقرب وہ ہوگا جو مجھے اس حالت میں ملے جس میں انہیں چھوڑا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۹۶) اور پھر شام آئی تو ابوعبیدہ کے گھر سے یہ سب کچھ رخصت ہو چکا تھا لیکن ایمان اور اطاعت رسول سے بھرا ہوا تھا (ابوعبیدہ عبدالباقی صفحہ ۱۰۴)

حضرت ابوعبیدہ کی معاملہ فہمی اور تدبّر

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کے مسئلہ پر جب اختلاف نے زور پکڑا۔ قریب تھا کہ تلوار کھچ جائے حضرت ابوعبیدہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں وہاں پہنچے۔ مہاجرین اور انصار میں ٹھن رہی تھی۔ انصار کا خطیب کہہ رہا تھا ہم انصار ہیں۔ اور اسلام کا ہراول دستہ اور تم بھی جز۔ ہمارا ایک حصہ۔ لیکن اب تم ہمیں جڑ سے اکھیڑنا چاہتے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ ہمارا کوئی دخل امور سلطنت میں نہ ہو۔ حباب بن منذر نے تلوار سونت لی۔

حضرت ابوعبیدہ نے سنا انصار کو مخاطب کر کے فرمایا اے انصار تم اسلام کے ابتدائی مددگار تھے۔ اب اس کو بدلنے والوں میں پہلے نہ ہو۔ پھر انصار کی خوبیاں گنوائیں اور فرمایا ایسی راہ کو اختیار نہ کرو جس میں دنیا کا شائبہ ہو۔ اب انصار کا لہجہ بدل گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ موقعہ غنیمت جانا اور حضرت ابوبکرؓ سے عرض کی ہاتھ بڑھائیں اور ہماری بیعت لیں۔ اس طرح ایک بار پھر مسلمان ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے۔ دل نرم پڑ گئے۔ الفت اور مودت لوٹ آئی۔

حضرت ابوبکرؓ کے ایام خلافت میں جب بعض فتنہ پردازوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس انداز میں گفتگو کی کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ لن تری منّی الاّ ما یسرّک

ولن یری ابوبکر الا ما یرضیہ ۔ ابوعبیدہ تو میری طرف سے وہی دیکھے گا جو تجھے خوش کرے گا اور ابوبکر بھی وہی دیکھیں گے جو انہیں راضی کرے گا

حُلیہ:

وہ جسم کے نحیف اور لاغر تھے لیکن نقوش خوبصورت۔ ان کی انگوٹھی کا نقش الحمد للہ تھا۔ داڑھی گھنی نہ تھی۔ مہندی اور وسمہ استعمال کرتے تھے۔ سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ اٹھاون برس تک اس دنیا میں رہے۔ جس دن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور اس امانت کے حامل ہوئے جو ان کے لئے مقدر تھی۔ اس امانت کو خوب نبھایا۔ اور امین لقب پانے کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ لیکن نیکیوں کا لازوال خزانہ چھوڑ گئے۔ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوتی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں الہ العالمین کس قسم کے انسان تھے۔ انہیں یہ کردار کہاں سے نصیب ہؤا۔ غیر معتصف تو کبھی تعصب میں بہک بھی جاتا ہے۔ لیکن میرا وجدان تو یہی کہتا ہے۔ یہ عجیب تربیت یہ کردار معجزہ تھا قرآن کا۔ یہ اعجاز تھا رسول عربی کا۔ یہ لوگ ثمرہ تھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا۔ یہ تقدیر خداوندی تھے۔ جن کے ذریعہ تقدیر عالم بدلی۔ وہ خود بدل چکے تھے جنہوں نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔ وہ ہر بحر کے غواص بنے۔ لیکن دامن کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ وہ زمین سے ہی ابھرے۔ لیکن آسمان ہدایت کے ستارے بن کر چمکے۔ وہ جیئے تو خدا کے لئے اور جان دی تو بھی اسی کے لئے

میرے بزرگو! آج پھر خدا کے فضل سے ہمیں غلام محمدؐ کا زمانہ نصیب ہؤا ہے۔ اس نے کہا ج صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا اس امانت کو اٹھایا ہے تو امین بننے کی کوشش کریں۔ اور دنیا سے آب و گل پہ وہ نقش چھوڑیں جو آنے والی نسلوں کے لئے راہنما ہوں۔ اے خدا اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

روایات ابوعبیدہ:-

حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں۔ ان آخر ما تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اخرجوا الیھود اھل الحجاز و اھل نجران من جزیرۃ العرب۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری قول یہ تھا کہ اہل حجاز اور اہل نجران کے یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ (۲) جس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا یا مریض کی عیادت کی۔ یا راستہ سے موذی چیز کو ہٹایا۔ اسے دس گنا ثواب ملے گا۔ روزہ ڈھال ہے جس کو دنیا میں کوئی تکلیف پہنچی۔ وہ اس کے گناہوں کو گرانے کا موجب ہوگی۔ (۳) نوح کے بعد کوئی نبی نہیں مگر اس نے اپنی قوم کو دجّال کے بارے میں انتباہ کیا۔ اور میں بھی تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔

(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعض روایات

(مرتبہ مکرم مولوی عبدالرحمٰن انور ربوہ)

روایات حکیم محمد زاہد صاحب شورکوٹ

مکرم حکیم صاحب نے ۹ر نومبر ۱۹۳۳ء کو یہ روایات بتلائیں جبکہ خاکسار شورکوٹ گیا تھا۔ (عبدالرحمٰن انور)

نام حکیم محمد زاہد ولد بدرالدین صاحب حال ساکن شورکوٹ ضلع جھنگ بعمر ۶۳ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء

مَیں نے پہلی دفعہ قادیان جانے پر وہاں ۱½ ماہ قیام کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جبکہ حضور چھتی ہوئی گلی سے گزر کر سیر کو جاتے تھے سیر کو جانے کا موقعہ ملا۔ اسی گلی میں بابا پیمبر اسنگھ بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔

ایک دفعہ جبکہ گرمی کا موسم تھا اور بارش نہ ہوتی تھی لوگوں نے صلوٰۃ استسقاء کے لئے حضور سے کہا۔ حضور نے مان لیا۔ آخر دوپہر سے کچھ پہلے مرد حضرت صاحب کے ساتھ باہر گئے اور ہم حضرت ام المومنین والے گروپ میں باغ میں گئے۔ باغ میں ایک حویلی تھی۔ باہر سے حضرت صاحب نے حویلی کے اندر حضرت اُمّ المومنین کے پاس کچھ ٹوکرے بھجوائے جن میں آم اور آڑو تھے کہ بچوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت ام المومنین نے ہم سب بچوں میں ان چیزوں کو تقسیم کیا۔ حضور نے صلوٰۃ استسقاء باہر میدان میں پڑھائی۔ غالباً کافی دیر لگی۔ بالآخر حضرت اُمّ المومنین کے پاس حضور کا رقعہ آیا کہ بچوں کو لے کر فوراً شہر چلے جائیں۔ امید ہے سخت بارش ہوگی۔ چنانچہ ابھی ہم شہر پہنچے ہی تھے کہ سخت بارش شروع ہوگئی اور ہمارے کپڑے بھی بھیگ گئے۔

جب مَیں نے بیعت کی اس وقت مجلس میں میرے والد صاحب بھی موجود تھے۔ اور ہم دونوں یعنی میں اور میرا دوسرا بھائی حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بیعت کا موقعہ بنتا نظر آیا تو میرے والد صاحب نے اونچی آواز سے فرمایا کہ محمد عابد اور محمد زاہد تم دونوں بھی بیعت کر لو۔ میرے والد صاحب کے اس طرح آواز دینے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنس پڑے۔ میرے والد صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور فرما دیں تو بچوں کے نام تبدیل کر دوں۔ آپ (حضور) نے فرمایا کہ محمد (صلعم) کے طفیل یہ عابد اور زاہد ہو جائیں گے۔

جب میں رخصت ہونے کے لئے اندر گیا تا کہ حضور سے اجازت حاصل کروں تو دیکھا کہ حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ میری آواز سنکر حضور اٹھ بیٹھے۔ اور حضرت ام المومنین کو فرمایا کہ ان کو روٹیاں دو۔ انہوں نے سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ انہوں

کچھ روٹیاں دیں۔ ہم ان روٹیوں کو لے کر ملتان آئے اور ان کو تبرکاً اپنے احباب میں تقسیم کیا۔

جب حضور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم بھی حضور کے تیز چلنے کی وجہ سے ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ سیر کے دوران حضور کی سوٹی پر کسی کا پاؤں آ گیا۔ اور سوٹی زمین پر گر گئی۔ لیکن آپ نے اس وقت مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ کس کا پیر حضور کی سوٹی پر آیا تھا۔ بالآخر کسی دوسرے آدمی نے لپک کر حضور کو سوٹی پکڑا دی۔ حضور نے اس لئے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔

ایک دفعہ میں نے تربوز کھانا چاہا۔ تو میرے والد صاحب نے فرمایا تربوز کو نمک لگا کر کھاؤ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ تربوز کو نمک کے ساتھ کھانا چاہیئے۔

حضرت صاحب آخری ایام میں لاہور آئے تو پیغام بلڈنگ میں حضور کا لیکچر ہوا۔ لیکچر کے بعد ایک شخص نے سوال پوچھا کہ مرغی کی گردن بلی توڑ کر لے گئی وہ پھڑک رہی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے اسے کس طرح ذبح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس مرغی کی گردن بلی توڑ کر لے گئی ہے وہ زندہ تو نہ ہوگی اور پھر دو چار آنے کے واسطے ایمان میں خلل ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

انہی دنوں کا ایک واقعہ ہے کہ لاہور پیغام بلڈنگ میں چند ایرانی بیعت کے لئے آئے۔ حضرت صاحب نے ان کو بیعت کے الفاظ فارسی میں کہلائے۔ چونکہ وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تھے۔ حضرت صاحب کو بعض دفعہ الفاظ بیعت دہرانے پڑتے تھے۔ بیچ میں بعض دفعہ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی بھی بول پڑتے تھے۔ حضرت صاحب نے ان کو فرمایا کہ جب ہم خود موجود ہیں تو آپ کو پڑھانے کی کیا ضرورت ہے ؎

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے چند اشعار جو محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے بیان فرمائے ؎

واہ واہ رنگن سوہنے یار دی آ ؎ جنہوں رنگ رنگیلیاں یار گیاں
ستیاں سوہناں مشعلاں نال رکھن ؎ بھجڑے ماریاں سب کجھ وسار گیاں
نور دین نمانیاں ہتھ ہور کیڑھا ؎ چنگیاں اوہو جیڑھیاں ایتھوں ہار گیاں

مجلس انصار اللہ کا چندہ ہر ماہ کی دس تاریخ تک ادا فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ - (قائد مال)

انصار اللہ کی قربانیاں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔

" اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انصار کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں .... ان لوگوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں کہ اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دُور دُور تک پھیل جائے "

(راہِ ھدیٰ ص۴۲)

اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے آپ اپنی قربانی کا جائزہ لیں اور مجلس انصار اللہ کا بجٹ مقررہ وقت کے اندر اندر پورا کرکے عند اللہ ماجور ہوں تاکہ اشاعتِ اسلام کا کام رواں دواں رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس قربانی کا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(ملک محمد عبد اللہ قائد مال۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

السابقون الاوّلون

سو فیصدی ادائیگی کرنے والی شہری مجالس انصار اللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال کی پہلی سہ ماہی میں مندرجہ ذیل شہری مجالس نے پورے سال کا چندہ ادا کردیا ہے۔

۱۔ محترم مولوی عبد المجید صاحب حلقہ مارٹن روڈ کراچی مبلغ -/۶۱۳۸ روپے
۲۔ محترم میجر نذیر احمد صاحب بھٹی حلقہ ناظم آباد کراچی -/۴۱۱۳ "
۳۔ محترم چوہدری نصیر احمد صاحب حلقہ اسلامیہ پارک لاہور -/۴۱۲۲ "

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ ان کے علاوہ کئی دیہاتی مجالس نے بھی اپنا چندہ مجلس مشاورت پر پورا کردیا ہے۔ ان کے ناموں کی پڑتال کے بعد ان کے لئے حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی جائیگی نیز تحریکِ دعا کی خاطر اخبار میں بھی ان کے ناموں کا اعلان کیا جائے گا۔

(ملک محمد عبد اللہ قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

عليك الصلوة عليك السلام

مسیح پاک کے تربیت یافتہ آپ کے برادر نسبتی حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے گداز قلب سے نکلی ہوئی عشق رسول میں سموئی ہوئی نعت جو زبان زد خلائق ہوئی۔

بدرگاہ ذی شان خیرالانام * شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام * یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
اے شاہ کونین عالی مقام
عليك الصلوة عليك السلام

حسینان عالم ہوئے شرمگین * جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل ترین * کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تام
عليك الصلوة عليك السلام

خلائق کے دل تھے یقین سے تہی * بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی * کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہؤا آپ کے دم سے اس کا قیام
عليك الصلوة عليك السلام

محبت سے گھائل کیا آپ نے * دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے * شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
عليك الصلوة عليك السلام

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔